تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ
مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۶۸ء

شعبۂ تعمیر و ترقی
دارالعلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

قیمت فی پرچہ ۳۰ نئے پیسے
چندہ سالانہ سات روپئے

اڈیٹر = سید محمد الحسنی
معاون = سعید الاعظمی ندوی

Regd - No. L 1981 Phone No. 22948

TAMEER-E-HAYAT

(FORTNIGHTLY)

DARULULOOM NADWATULULAMA LUCKNOW (INDIA)

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

تمرین الصرف ۔ تمرین النحو

جب سے مدارس میں عربی کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانے والوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں ان کے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دارالعلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو شائع ہو چکی ہیں، یہ دارالعلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفےٰ ندوی، مولانا عبدالماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔

قیمت بالترتیب ۔۔

القراءۃ الراشدۃ

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں اسلامی تاریخ، نامور اسلامی شخصیتوں، ہندوستان کی اسلامی تاریخ اور اسکی نامور شخصیتوں کے متعلق اسباق، اسلام اور ہندوستان کی تاریخ کا خلاصہ، مشہور دینی مدارس کا تعارف، لمحاتِ خاتمہ اور ضروری مضامین آگئے ہیں، اسکی کوشش کی گئی ہے کہ کوئی سبق دینی روح سے خالی نہ ہو اور وہ کسی اچھے تجربہ یا حقیقت کی طرف رہبری کرتا ہو، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے اس کو داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت حصہ اول ۔ حصہ دوم ۔ حصہ سوم ۔

مختارات

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

یہ کتاب عربی کی متوسط اور اعلیٰ دونوں جماعتوں کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق ہے، اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اس وقت تک ادب عربی کی کوئی کتاب اس کا بدل نہیں بلکہ یہ دوسری کتابوں کا خوب بدل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد کے علاوہ ندوۃ لکھنؤ، علیگڑھ، کلکتہ، پنجاب اور مدراس یونیورسٹیوں اور بہت سے کالجوں میں داخل نصاب ہے، شام کے کالجوں میں بھی داخل نصاب ہے۔

قیمت حصہ اول ۔ حصہ دوم ۔

منثورات

از: مولانا محمد ... ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان جاندار تحریروں کا انتخاب کیا ہے جو زبان کے کمال اور کلام کی بلاغت کیساتھ دینی و اخلاقی تربیت کا کام بھی دے سکتی ہیں اور اسلامی جذبات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہیں، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور مستند و صاحب طرز انشاء پردازوں کی نثر کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جو عربی زبان و ادب کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں، نثر قدیم کے ساتھ نثر جدید اور نظم قدیم بھی شامل ہے، مدارس عربیہ کی بڑی تعداد نے داخل نصاب کیا ہے۔

قیمت ۔

Cover printed at Nadwa Press, Lucknow.

پندرہ روزہ

تعمیر حیات لکھنؤ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

چندہ
سالانہ ...... سات روپے
ششماہی ...... چار روپے
فی کاپی ...... ۳۰ پیسے

۱۰ ذی الحجہ
سنہ ۱۳۸۷ھ
مطابق
۱۰ مارچ
سنہ ۱۹۶۸ء

جلد نمبر ۵ | شمارہ نمبر ۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہماری زندگی میں قربانی کی اہمیت

تاریخ کا ایک یادگار دن

از: سعید الاعظمی ندوی

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ پوری امت اسلامیہ کا وہ یادگار دن ہے جس میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم سنت دہرائی جاتی ہے جس کو ہم قربانی کے نام سے یاد کرتے ہیں، قربانی دراصل اخلاص و ایمان کی اس عظیم فتح و نصرت کا رمز ہے جو حضرت ابراہیم علیہ وسلم کے ذریعہ اس امت کو حاصل ہوا تھا اور جو اس بات کا اعلان ہے کہ صاحب ایمان کی پوری زندگی قربانی کی بنیاد پر تعمیر ہوتی ہے، وہ زندگی میں مسلسل جد و جہد، پیہم کوشش و محنت اور دم بدم تگ و دو کا محتاج ہے، ایثار و قربانی کا جذبہ ہی ایمان کی وہ روح رواں ہے جس سے اس کو ہر دم زندگی اور پائندگی حاصل ہوتی رہتی ہے، اسلامی زندگی کی خشت اول اسی ایثار و فدائیت کے تصور پر قائم ہے۔ اس کے بغیر یہ زندگی ناقص اور بے کیف ہے، قرآن میں جہاں کافروں کی سزاؤں کا ذکر آیا ہے وہاں اس کی ایک علت یہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم ولا یحض علی طعام المسکین کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہ لاتا تھا، ایک جگہ ارشاد ہے کہ مجرمین کے بارے میں اہل ایمان پوچھیں گے کہ کس وجہ سے تم جہنم میں بھیج دیئے گئے تو وہ بتائیں گے کہ اولاً تو ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، پھر ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، بلاشبہ مسکین کو کھانا کھلانا ایک معمولی قربانی ہے، صحابہؓ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کہ خود ضرورت مند ہونے کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پوری زندگی مسلسل قربانیوں کا ایک آئینہ ہے جس میں فدائیت اور اخلاص و ایثار کے وہ نمونے نظر آتے ہیں جو ایک سچے اور مخلص دوست کے اندر پائے جا سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ کو خلیل اللہ کے لقب سے نوازا گیا اور بارگاہ خداوندی میں آپ کو خصوصی مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی اولاد میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس عظیم امت کے آخری نبی اور رسول بن کر تشریف لائے جن کے ہاتھوں سنت ابراہیمی اور حیات خلیل کی یادگار کو قیامت تک کیلئے زندہ و پائندہ کر دیا گیا، جو رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لئے ہدایت و ضلالت، حق و باطل، ایمان و کفر کی میزان قرار دی گئی۔

یہی وہ میزان عدل ہے جو کفر و شرک، بت پرستی اور مادیت کی بے دینی اور ایمان و یقین کے مقابلہ میں اس کی شکست کا اعلان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے کرتی چلی آ رہی ہے، اس میزان عدل کی سب سے بڑی خصوصیت اور اس کا بنیادی امتیاز قربانی کا وہ جذبہ ہے جو اس کے اولین سرپرست حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب میں موجزن تھا جس نے ان کو خلیل اللہ بننے کی عزت عطا کی اور جن کے ہاتھوں کو بیت اللہ کی تعمیر کا شرف بخشا۔

2948

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ماحول اپنے خاندان اور ہر اس چیز سے بغاوت کی تھی جس میں غیر اللہ کی عبادت یا اس کے سامنے جھکنے یا اس پر اعتماد رکھنے کا شائبہ بھی نظر آیا، انھوں نے شفقت پدری سے محروم ہونے میں کوئی تکلف نہیں محسوس کیا، لیکن بتوں کے سامنے لوگوں کو جبین نیاز جھکاتے ہوئے، بت تراشی اور بت فروشی کا کاروبار کرتے ہوئے دیکھنا ان کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ ہوا، ان کی یہی سب پہلی قربانی تھی کہ انھوں نے ماں باپ کی شفقت خاندان کی عزت و عظمت اور ہر طرح کی سہولت و راحت سے منہ موڑ لیا، اور اس کے فوری تلخ نتائج کی قطعًا کوئی پروا نہیں کی، ان کی قوم نے ان کو آگ میں ڈالا لیکن آگ کی سوزش و تپش بھی ان کے پختہ ایمان کو پگھلا نہ سکی، اور نہ ان کے جذبہ فدائیت میں ذرہ برابر کوئی کمی پیدا کر سکی۔

اس سچے ایمان اور اخلاص و فدائیت کی جزاء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملی کہ وہ خلیل اللہ کے لقب سے نوازے گئے۔ ان کی ذریت کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، اور ہمیشہ ان کے خاندان میں انبیاء کا سلسلہ جاری رہا تا آنکہ خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس کے علاوہ ان کی سب سے عظیم یادگار بیت اللہ کو ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے قبلہ بنا دیا گیا، اور قیامت تک اس کا حج کرنا امت مسلمہ کی تقدیر میں لکھ دیا گیا، اور ہر سال موسم حج میں ان کی سرفروشی، ان کی جاں نثاری، اور رضائے حق کے لئے ان کی قربانیوں کی نقل حاجیوں پر فرض کر دی گئی۔

عید الاضحے دراصل اسی قربانی کی یاد تازہ کرنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد کو دہرانے کا ایک تاریخی دن ہے، یہ حقیقت میں ہر مسلمان کے لئے ایک رمز ہے اس بات کا کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی سب سے بڑی چیز اور محبوب ترین متاع کو قربان کئے بغیر زندگی میں سعادت و کامرانی، خوش بختی اور اطمینان نہیں حاصل ہو سکتا، قرآن مجید کی اس آیت میں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے (لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون) "جب تک کہ تم اپنی محبوب ترین چیزوں میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو اس وقت تک نیکی اور سعادت نہیں پا سکتے"۔

غور کیجئے! تو مسلمان کی زندگی مسلسل قربانیوں اور پے بہ پے ایثار کا ایک سلسلہ ہے جو اس کی زندگی کے آخری لمحہ تک قائم رہتا ہے، اور جب بھی وہ اس ذمہ داری سے دستبردار ہونے اور قربانی کے تقاضوں سے بھاگنے کی کوشش کرتا ہے ـــــ تو مصائب و آلام کا شکار ہوتا ہے، اور وہ تمام ناخوشگوار حالات اس کو گھیر تے ہیں جو اس کی زندگی کے ہر لمحہ کو تلخ تر بنانے میں پوری مدد کرتے ہیں، زندگی میں کامیابی کا راز ایثار کی حقیقت میں پوشیدہ ہے، جن قوموں نے اس راز کو پا لیا ہے وہ ہر مرحلہ میں اور ہر سخت سے سخت موقع پر کامیاب و سرخرو ہیں، کامیاب اور باعزت قوموں کی تاریخ میں جتنے بھی عظیم واقعات رونما ہوئے اور محیر العقول کارنامے انجام پائے وہ سب اسی جذبۂ ایثار و فدائیت کے رہین منت ہیں۔

لیکن خود غرضی، موقع پرستی، نفع اندوزی اور دوسروں کو نقصان پہونچا کر خود فائدہ حاصل کرنے کا تصور جب افراد یا قوموں پر غالب آیا تو انسانی معاشرہ میں جنگل کا قانون رائج ہوا اور زندگی ایک تاریک غار کے دہانے پر کھڑی نظر آئی، انسانی اخلاق نے دم توڑ دیا اور ہر طرف عداوت و انتقام کے شعلے بھڑکتے ہوئے دکھائی دینے لگے، زندگی شکوک و شبہات کے سیلاب میں بہہ پڑی۔ اور سوائے نفس پرستی ہوس رانی، شکم پری اور طرح طرح کی اخلاقی بیماریوں کے اور کوئی قابل ذکر چیز نہ باقی رہ گئی، جاہلی عرب کی تاریخ اور یورپ کے تاریک دور کے قصے اس حقیقت کے بہترین شاہد ہیں۔

یورپ ترقی کی تیز رفتار منزلوں کو طے کر لینے اور سائنس کی بڑی سے بڑی دریافت کے باوجود قربانی اور ایثار کی اس عظیم حقیقت کے سمجھنے سے محروم ہے۔ اس نے زندگی کے ہر میدان میں گریز پا ترقی کی اور دنیا کو محو حیرت کر دیا لیکن انسان کو انسان سے جوڑنے، اور قلب کو قلب سے ملانے کی عظیم نعمت سے بے بہرہ ہے، اس نے سب کچھ سمجھا لیکن انسان کے اندرونی اور روحانی جذبات کو سمجھنے کی صلاحیت نہ پیدا کر سکا، وہ نہیں سمجھ سکا کہ انسان کی ظاہری شکل و صورت اور اس کی مادی وجاہت سے بڑھکر اس کے قلب و روح کی دنیا ہے جہاں سے حقیقی سعادت و مسرت اور ابدی سکون و طمانیت کے چشمے ابلتے ہیں اور پوری انسانی آبادی کو فیضیاب کرتے ہیں۔ وہ (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اور (الارواح جنود مجندۃ) کے راز سے واقف [illegible] اور یہی اس کی شقاوت و ظلمت کی سب [illegible] وجہ ہے۔

بدقسمتی یورپ کی تیرہ بختی کا سایہ [illegible] قوموں پر بھی پڑا، اس کی مادی اور سائنسی [illegible] شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں [illegible] بڑی حد تک یورپ کو اپنا امام و پیشوا [illegible] لگیں، جس کا اثر یہ ہوا کہ مشرق بھی اخلاقی اور روحانی زوال کا شکار ہوا اور بالآخر مغربی معاشرہ کی تمام خرابیاں اور لعنتیں آہستہ آہستہ [illegible] میں منتقل ہوتی گئیں۔ اہل مشرق نے بڑھ [illegible] کر ان کا استقبال کیا اور مغرب کی تقلید اور [illegible] خوشہ چینی کو اپنے لئے فخر و عزت کی بات [illegible] اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب مادی اعتبار سے [illegible] فائق تھا لیکن مشرق مادی اور روحانی دونوں حیثیتوں سے کھوکھلا ہو گیا، اس نے خود کوئی مادی ترقی نہیں کی بلکہ مادیت میں مغرب کا غلام ہوا اور روحانیت میں اپنے بلند مقام کو کھو بیٹھا۔

یہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا مشاہدہ ہم [illegible] کرتے رہتے ہیں، لیکن ہمارے دل میں اپنے کھوئے ہوئے مقام کو واپس لانے اور اپنی گذشتہ عظمت و سربلندی کو از سر نو حاصل کرنے کا شاید کبھی خیال بھی نہ آتا ہو، اصل وجہ یہی ہے کہ یورپ اور دوسری مادہ پرست قوموں کا جادو ہمارے اوپر اس طرح [illegible] انداز ہو چکا ہے کہ ہم کو اپنی کمی اور پستی کا احساس بھی باقی نہ رہا، اور برابر ہم پستیوں میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

جب بھی کسی معاشرہ میں خود غرضی، اور موقع پرستی کی حکمرانی ہوگی وہ معاشرہ اخلاقی حیثیت سے بالکل دیوالیہ ہو جائے گا، بہترین معاشرہ اخوت اور عدالت و مساوات کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، لیکن اخوت اور عدالت و مساوات کی زندگی ایثار و قربانی سے قائم ہوتی ہے۔

اگر ایثار و قربانی کے جذبات ہمارے دلوں میں سرد پڑ جائیں تو نہ خوشگوار ماحول کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ خوش نصیب زندگی اور بہترین معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔

آخری قسط

دورانِ مطالعہ

مولانا عبدالغفار حسن صاحب

فضل بن ربیع نے کہا کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ آج ایک پارسا دل سے پاکیزہ کلام سنیں گے خلیفہ نے فضیل بن عیاض کو مخاطب کرتے ہوئے کہا جس غرض کے لئے ہم آئے ہیں، اس کے بارے میں کچھ بات کیجئے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے فضیل نے کہا۔ آپ کس کام کے لئے آئے ہیں؟ آپ کا تو یہ حال ہے کہ رعیت کے گناہ آپ نے اپنے اوپر لاد لئے ہیں، اس رعیت کو ذلت و رسوائی کا عذاب چکھایا ہے، آپ نے اور آپ کے مقرب افسروں نے ان کے گناہوں کی سزا بھی آپ کو ملے گی، آپ ہی کے بل بوتے پر انہوں نے دنیا میں فساد برپا کیا اور آپ ہی کے سہارے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے، لیکن یہی لوگ قیامت کے دن آپ کو سب سے زیادہ ناپسند ہوں گے اور سب لوگوں سے پہلے آپ سے کنارہ کشی اختیار کر لیں گے، حساب کے دن اگر آپ ان سے یہ مطالبہ کریں گے کہ آپ کے گناہ کا بوجھ وہ اٹھالیں تو وہ کبھی بھی ایسا نہیں کرینگے جو شخص آج جس قدر آپ سے محبت کرتا ہے وہ اسی قدر قیامت کے روز آپ سے دور بھاگے گا۔ فضیل بن عیاض نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کو جب خلافت کا منصب سونپا گیا تو انھوں نے اپنے زمانے کے تین نیک علماء کو بلایا، یعنی سالم بن عبداللہ، محمد بن ابی کعب اور رجاء بن حیات۔ ان سے عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں اس آزمائش میں پھنس گیا ہوں، مجھے مشورہ دو، فضیل نے ہارون رشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا، عمر بن عبدالعزیز نے منصب خلافت کو ایک آزمائش اور مصیبت قرار دیا اور آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے اسے ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھا۔

عمر بن عبدالعزیز کے سوال کے جواب میں تینوں احباب نے باری باری کہا۔

(۱) سالم بن عبداللہ بولے "اگر آپ کل نجات کے متمنی ہیں تو اس دنیا سے روزہ رکھ لیجئے یعنی دنیا کی ہوس سے پرہیز کیجئے اور اس روزے کو موت کے پیالے سے افطار کیجئے"۔

(۲) محمد بن کعب نے کہا، "اگر تم نجات چاہتے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ مسلمانوں میں جو سن رسیدہ ہیں ان کو بمنزلہ باپ کے سمجھو، جو درمیانی عمر کے ہیں ان سے بیٹوں جیسا برتاؤ رکھو"۔

(۳) رجاء بن حیات نے کہا کہ "اگر تم کل کے عذاب سے نجات کی تمنا رکھتے ہو تو عام مسلمانوں کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو اور ان کے لئے وہی چیز ناپسند کرو جو تم اپنے لئے ناپسند رکھتے ہو۔ پھر اسی حال میں تمہارا خاتمہ ہو جائے کوئی پرواہ نہیں۔

خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فضیل کہتے ہیں "اے ہارون! مجھے اس دن کا بہت ہی ڈر ہے جس دن لوگوں کے قدم پھسل جائیں گے، یہ سنکر خلیفہ ہارون رشید پر رقت طاری ہو گئی اور روتے روتے ان کی ہچکی بندھ گئی"۔

اس موقع پر فضل بن ربیع نے کہا "امیر المومنین پر رحم کیجئے"۔ فضیل بن عیاض نے فرمایا کہ تم اور تمہارے ساتھی تو اس کی تباہی ..... کا سامان کر رہے ہیں اور تم مجھ سے رحم کی درخواست کرتے ہو"۔ اس کے بعد خلیفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا،

"اے حسین و جمیل چہرے والے تو ہی وہ شخصیت ہے جس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی مخلوق کے بارے میں بازپرس کرے گا اگر تم اس دن اپنے چہرے کو اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو تو بچا لو،

سنو! کبھی ایسا نہ ہو کہ تم صبح و شام، اس حالت میں گذارو کہ تمہارے دل میں اپنی رعایا میں سے کسی کی طرف سے کھوٹ ہو۔ اس لئے کہ نبی اکرم صلعم کا ارشاد ہے جس نے اپنی رعایا سے خیانت کی ان سے کینہ رکھا، وہ جنت کی مہک بھی نہیں پائے گا۔ ہارون رشید زار و قطار رونے لگا، آخر میں ان سے کہا کہ "کیا آپ پر کوئی قرض ہے"؟

فضیل نے کہا کہ "ہاں! میرے رب کا مجھ پر قرض ہے جس کا اس نے اب تک حساب نہیں لیا ہے، میرے لئے تباہی ہے، اگر میرے رب نے مجھ سے پوچھ گچھ کی تو میرے لئے بربادی ہے اگر اس نے مجھ سے بازپرس کی، میرے لئے ہلاکت ہے، اگر میرے دل میں اس دن کوئی دلیل یا عذر ان کا نہ ہوا، ہارون رشید نے کہا "میرا اس سوال سے مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے آپ پر کسی کا قرض ہے تو بتائیے"؟

فضیل نے جواب دیا کہ مجھے میرے رب نے اس کا حکم نہیں دیا ہے۔ اس کا تو ارشاد ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔

ترجمہ:۔ میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا، مگر عبادت کے لئے۔ میں ان سے رزق کا طالب نہیں ہوں اور نہ میں ان سے چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ وہی رازق ہے، قوی و زبردست)

ہارون رشید نے کہا "یہ ہزار دینار ہیں ان کو اپنے اہل و عیال میں خرچ کیجئے اور اُن سے عبادت کے لئے اپنے اندر قوت پیدا کیجئے"۔ فضیل نے کہا "سبحان اللہ! میں آپ کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ مجھے یہ معاوضہ دے رہے ہیں۔

فضیل بن ربیع کا بیان ہے کہ ہم ان کے مکان سے باہر نکلے تو خلیفہ ہارون نے کہا آئندہ جب کبھی ضرورت پیش آئے تو اسی قسم کے عالم کے پاس مجھے لے جانا، یہ شخص تو اس دور میں مسلمانوں کا سردار کل سرسید ہے"۔ واقعی ایسا شخص مسلمانوں کا سردار نہ ہو تو اور کون ہوگا۔

بقیہ صفحہ ۱۶ پر"

منیٰ میں عید کا دن

مولانا سید محمد ثانی حسنی - ایڈیٹر رضوان، لکھنؤ

آج ذی الحجہ کی دسویں تاریخ ہے، تمام عالم اسلام دعب ہو کر مجمع، ہیں عید کی نماز پڑھی جا رہی ہوگی، مگر خدا کی شان دیکھئے جس کی یادگار میں ساری اسلامی دنیا سربسجود ہوگی اسی جگہ عید کی نماز پڑھنے کا حکم نہیں، وہم وگمان تک نہیں کہ آج عید کی نماز ہے! خدا کا حکم ہے کہ ہم یہاں نماز کے بجائے کچھ اور اعمال کریں۔

یہ سامنے دونوں پہاڑوں کے درمیان سارا میدان لاکھوں انسانوں سے بھر گیا، خیمے اور چھولداریاں آباد ہو گئیں، فوج بھی ہے پولیس بھی، عوام بھی ہیں اور حکام بھی، غریب و امیر، کالے گورے، عربی عجمی سارے جہان کا نچوڑ اتنی جگہ پر اکٹھا ہو گیا، منیٰ کے اس گوشہ میں آپ نظر ڈالیں تو پچاسوں خیمے اور چھولداریاں ایسی ملیں گی جن میں فوج کا پڑاؤ ہے، نیب سٹرک بندوقیں لئے وہی دوبے سلی چادروں میں ملبوس کھڑے ہیں، سڑک پر آمد و رفت سے اتنا ازدحام کہ حد نظر تک موٹروں کی قطار، چند قدم چلنا دشوار، تیز رفتار موٹریں بھی اس وقت راستہ نہ ہونے کی وجہ سے چیونٹیوں کی طرح رینگتی نظر آ رہی ہیں، انسانوں کا اس تھوڑے سے وقت میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا آسان بات نہیں، نہ معلوم کتنے حادثات کا اندیشہ تو درکنار وقوع پذیر ہو جانا یقینی ہوتا ہے، مگر یہاں کیا کسی واقعہ کی خبر آپ کے کانوں نے سنی؟ خدا کا کرم نہیں تو اور کیا۔

پہلی رمی

یہاں کا سب سے پہلا کام جو ہم کو آپ کو کرنا ہے وہ رمی ہے، آپ نے معلوم کتنی بار سنا ہوگا کہ حضرت ابراہیمؑ جب حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے لے چلے اور منیٰ کے کنارے پہنچے تو شیطان ملا، اُس نے حضرت ابراہیمؑ کو اس کام سے روکنا چاہا، حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سات کنکریاں ماریں اور آگے بڑھ گئے، پھر وہ ملا اور باز رکھنا چاہا آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں اور آگے روانہ ہو گئے ابھی چند گز بھی نہ پہنچے تھے کہ وہ پھر سامنے آیا اور بہکانا چاہا آپ نے تیسری بار بھی سات کنکریاں پھینکیں، آج ان تینوں مقامات پر لاکھوں انسان ہر سال اسی عمل کی یادگار میں کنکریاں مارتے ہیں، پہلی جگہ جمرۃ العقبیٰ کے نام سے موسوم ہے، دوسری جگہ جمرۃ الوسطیٰ، تیسری جگہ جمرۃ الاولیٰ، ہر ایک جگہ ایک ایک ستون نشان کے طور پر بنا ہے، آج صرف جمرۃ العقبیٰ کو رمی کرنا ہے، آپ نے خیال کیا ہوگا کہ مکہ سے آتے ہوئے بائیں جانب منیٰ کے شروع ہوتے ہوئے ایک ستون دیوار سے متصل اور اس پر لکڑی کا ایک نشان ہے، یہی جمرۃ العقبیٰ ہے، وہ دیکھئے سامنے آپ کو نظر آنے لگا ہوگا وہ لوگوں کا کتنا ازدحام ہے، راستہ تنگ، اس پر لوگوں کی کثرت ہے، کچھ لوگ مار کر واپس ہو رہے ہیں، کچھ ایسے بھی ہیں جو جا رہے ہیں اور بہت ایسے ہیں جو مارنے میں مشغول ہاتھوں میں کنکریاں، زبانوں پر دعائیں، یہ لیجئے سات کنکریاں ہیں، ان کو ذرا اطمینان سے آگے بڑھ کر پھینکئے، غور کیجئے آپ کے اور ہمارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ نے کس جذبہ اور عاشقانہ انداز سے کنکری ماری ہوگی، اگر ہم آپ بھی خدائے کارساز کی اطاعت اور اپنے ازلی دشمن سے بغض و عداوت کا جذبہ لے کر یہ عمل کریں تو اس کی قبولیت کا یقین ضرور کرنا چاہئے، دیکھئے یہ سامنے احاطہ بنا ہوا ہے کوشش کیجئے کہ ہر کنکری ستون پر ورنہ احاطہ میں ضرور گرے، مجمع کا خیال نہ کیجئے اس کی وجہ سے توقف کرنا ٹھیک نہیں، یہ مجمع خدا جانے کتنی دیر تک رہے، آگے بڑھیے۔ بسم اللہ اللہ اکبر، رغماً للشیطان رضاً للرحمٰن، پڑھ کر شروع کیجئے اطمینان سے پھینکتے جایئے، خدا کا شکر کہ ساتوں اپنے نشانہ پر پڑیں "لبیک" کا پڑھنا ختم ہوا، اب آیئے قبلہ رو ہو کر خدا سے دعا کریں کہ یہ وقت، وقت اجابت ہے خوشی کا مقام ہے، اے اللہ ہماری رمی کو قبول فرما، ہمارے تمام اعمال کو قبولیت عطا فرما۔

وقت بہت ہو چکا مگر آدمیوں کا ریلا ہے کہ ختم ہونے میں نہیں آتا، ایک پر ایک گرا پڑتا ہے مگر جسے دیکھئے جذبات سے بھرا آگے جھکا پڑتا ہے، کسی بات کا خیال کسی چیز کا ہوش نہیں، آج دشمن کے مارنے کا موقع ہے اور ایسا دشمن جس نے کروڑوں انسانوں کو راہ سے بے راہ کیا، ایمان کو برباد کرنے کی کونسی کسر اٹھا رکھی، آج انتقام کا دن ہے، ایسے پُرفریب دشمن سے کیا ہم کچھ بھی اظہار نفرت نہ کریں، ذرا نگاہ اٹھایئے یہ سامنے جو احاطہ ستون کے اردگرد ہے اس میں کنکریاں تو کنکریاں ڈھیلے، پتھر، اینٹ تک پڑے ہیں، ٹوٹے جوتے لکڑی بھی سامنے نظر آ رہے ہیں، یہ آخر کیا ہے، حکم تو کنکریاں مارنے کا ہے وہ بھی چنے برابر مگر جذبات کا کیا کیجئے، کسی نے کنکریاں ماریں تو کسی نے پتھر پھینکے اور ایسے بھی کم نہیں ہیں جنہوں نے جوتے تک برسائے، ہوش سے جوش میں آ جانا انسانی کمزوری ہے، کوئی قریب سے مار رہا ہے کوئی دور سے، کوئی ہوش میں کوئی جذبات سے بھرا، یہ مصری یہاں بھی ممتاز ہیں اُچھل اچھل کر، غصہ سے بیتاب، زبان سے غصہ کے الفاظ، ہاتھوں میں کنکر پتھر، عرب کے اور دوسرے بہت سے جوان بھی ان سے غصہ میں کم نہیں، لاکھوں کنکر پتھر ذرا سی دیر میں پڑ گئے۔

قربانی

منیٰ کے اس سرے پر یہ رمی کی، اب دوسرے سرے پر قربانی کرنا ہے، یہ مذبح ایک اچھا خاصا بڑا میدان ہے، چاروں طرف تار سے گھرا ہوا ہے اور حد نظر تک جانوروں کا ایک جنگل، ہزاروں بھیڑ ہیں تو سیکڑوں بکریاں، اونٹوں کی بھی کوئی کمی نہیں گائیں بھی نظر پڑ جاتی ہیں، جا بجا گڑھے کھدے، ہزاروں جانور ذبح ہوئے پڑے، کثرت اتنی کہ قدم رکھنا دشوار ذرا بہکے تو ایک نہ ایک پر گر پڑنا یقینی، جانوروں کے غول کے غول پرے کے پرے، سیکڑوں قصاب ہاتھوں میں چھریاں ہر ایک کے پیچھے لگے اور اپنے جانوروں کے گن گاتے پھر رہے ہیں، ادھر مذبح میں قدم رکھا ایک پر کیا تھا ایک نہیں، دو دو تین تین قصاب پیچھے لگ گئے اور مُصر کہ اس کو لیجئے، اپنی پسند کا لینا اتنا مشکل کہ گھنٹوں لگ جائیں اور حسب خواہش ملنا دشوار، کم دام کے بھی قیمتی بھی، موٹے بھی دبلے بھی، جو چاہے ذبح کیجئے، خود کیجئے یا قصاب سے کرایئے ایک کیجئے یا دو جتنا جی میں آئے اللہ نے فراخی دی ہے تو کیوں دل کی بھڑاس نکالئے، جہاں حضرت ابراہیمؑ اپنے لاڈلے فرزند کو قربان کرنے لائے ہوں وہاں ہم جانور تک قربان نہ کر سکیں اور کریں تو تنگ دلی سے، وہاں ایک جان وہ بھی قربان اور یہاں ہزاروں روپیہ اور بیس بھی نکلنا دشوار، ان کی قیمت ہے ہی کیا، دیکھئے یہ بھیڑ بیس بیس ریال کے ہیں اور یہ دیکھئے کتنے موٹے، اچھے فربہ ہیں، ان کی قیمت بھی پینتیس چالیس سے کم نہیں، یہ ہیں قربانی کے لائق اور ذرا اس کے مالک کی بات سنئے کیا کہہ رہا ہے، قربان جایئے اسکے کہنے پر، حاجی حاجی! یہ جانور بہت موٹا ہے قیامت کے دن خوب تیز دوڑے گا، اچھی سواری ہوگی، حدیث میں آتا ہے نا "سمنوا ضحایاکم فانہا علی الصراط مطایاکم"**

پسند کرنے میں اچھی خاصی دیر لگ گئی، اچھا لیجئے "بسم اللہ اللہ اکبر" خود ذبح کرنا بہتر ہے، گوشت خواہ خود لیجئے چاہے ان بدوؤں کو دیدیجئے، جتنا ہو سکے لے چلئے، مبارک گوشت ہے، ایسی قربانی دنیا کے کسی گوشہ میں بھی ہونا ناممکن! اور پھر اس کا گوشت ضائع کر دیا جائے؟

دوپہر ہو چلی ہے، قربانی سے بھی فرصت ملی، بہزار دقت مذبح سے نکلنا ہوا، ہر طرف کثرت سے آدمی، ریزگاری کی دقت ہو تو یہ سامنے دائیں بائیں صراف بیٹھے ہیں، اپنا ہندی نوٹ بھنایئے، مصری بھنایئے، جس ملک کا ہو بھنا سکتے ہیں۔

تکرونی عورتیں سیکڑوں کی تعداد میں چادر تانے بیٹھی گوشت بھون رہی ہیں، گوشت کو سکھا رہی ہیں یہ غربت کی ماری مہینوں اس گوشت پر گذاریں گی اور بہت سی پورے سال اسی پر گذارہ کرتے ہیں، یہ دائیں بائیں کتنی ایسی دکانیں ہیں جہاں کلیجیاں، سری، پائے بوٹیاں تلی جا رہی ہیں، جی چاہے یہاں بیٹھ کر کھایئے ٹھنڈے، ٹھنڈے شربت (صراحیاں) گرمی بے حد دوپہر کا وقت، جی بے اختیار چاہتا ہے کہ کہیں بیٹھ جائیں اور یہ گوشت کھائیں، ٹھنڈا پانی پئیں! مگر ابھی اور کام باقی ہے، سر منڈانا ہے۔

یہ سامنے خیمہ ہے، یہ حجام کی دوکان لب سڑک ہے، بخاری مہاجر بیٹھے حجامت بنا رہے ہیں، سر منڈانے کا ایک ریال مانگتے ہیں (یعنی ایک روپیہ) بہرحال دینا ہے، اس کے بغیر چارہ ہی کیا، منڈانا یا کتروانا ضروری، ورنہ کپڑے نہیں بدل سکتے، آدمی بہت ہیں انتظار کرنا پڑے گا۔

سورج زوال پذیر ہونے کو آیا، حجاج ابھی تک صرف دو چادروں میں ملبوس تھے، اب اپنے سلے کپڑے پہنے ایک دوسرے سے مل رہے ہیں، جیسے عید ہو اور کیوں نہ ہو، حج ختم ہو گیا صرف طواف زیارت باقی ہے وہ بھی آج ہو جاتا ہے، خوشی کا مقام نہیں تو اور کیا کیا اس سے بڑھ کر بھی اور کوئی خوشی ہو سکتی ہے آج عید بھی ہے اور حج جیسے عمل کی تکمیل بھی، خدا مبارک کرے کی آوازیں ہر طرف سے آ رہی ہیں! عصر کا وقت قریب آ چکا ہے، اسی گوشہ پر جہاں آج رمی کی گئی تھی سیکڑوں موٹریں اور لاریاں کھڑی ہیں، ڈرائیور پکار لگا رہا ہے، طواف زیارت، طواف زیارت ایک ریال، منٹوں بھی نہیں لگنے پائے کہ موٹر بھری اور چل دی، حجاج لگاتار چلے جا رہے ہیں کوئی ٹیکسی پر کوئی لاری پر، کوئی پیادہ پا، مغرب تک طواف سے فرصت پا لینی ہے!

آج حرم کتنا خالی خالی سا ہے، حجاج تو منیٰ میں ہیں، ہزاروں طواف کر گئے، بہت تھوڑے ہیں جو کر رہے ہیں، جیسے چاہئے طواف کیجئے، ریل نہ پیل، پوری آزادی ہے!

دکانوں، مکانوں میں تالے پڑے ہیں جیسے ہڑتال ہو گئی ہے، سڑکوں پر آدمی شاذونادر نظر آ رہے ہیں طواف سے فراغت ہوئی، ہر رکن ادا ہو گیا، اب صرف منیٰ میں دو روز اور گذارنا ہے، سو خوشی سے گذاریں گے موٹر چلی جا رہی ہے، جو خوشی ہے وہ بیان سے باہر ہے، چاند پورے آب و تاب سے جلوہ گر ہے دائیں بائیں پہاڑ گذرتے جا رہے ہیں، چکر کاٹتی بل کھاتی تیزی سے موٹر رواں دواں ہے، جیسے دیکھئے خوشی کا ترانہ گا رہا ہے، اپنی قسمت پر بے حد نازاں آج ہم ہی ہم ہیں، کیا اچھا موسم ہے، کیا اچھے دن ہیں کیسی پُربہار راتیں ہیں اور مسرت بھری گھڑیاں ہیں۔

اک حسن کا دریا ہے اک نور کا طوفاں ہے
اس پیکر خاکی میں، یہ کون خراماں ہے
(جگر)

لیجئے! منیٰ آ گیا، یہ پُررونق شہروں سے بھلا معلوم ہو رہا ہے، بجلیاں، گیسیں، پہاڑ پر پہاڑ کے نیچے خیموں اور شامیانوں، سڑکوں اور پختہ مکانوں پر روشن ہیں جیسے ایک پُررونق شہر آباد ہو، عشاء کی نماز کا وقت ہے، دن بھر کا تکان، اختیار ہے نماز پڑھ کر آرام کیجئے ہمت بلند ہو تو عبادت میں وقت گذاریئے۔

منیٰ میں تین دن

ہر طرف چہل پہل ہے، خیموں اور شامیانوں میں لوگ بیٹھے باتیں کر رہے ہیں، بہت سے ایسے ہیں جو کھانے پکانے میں لگے ہیں، قربانی کا گوشت کہیں پک رہا ہے، کہیں رسیوں پر سکھایا جا رہا ہے، ہر طرف سقے پانی سے بھرے تنکے "مویا" "مویا" پکارتے پھر رہے ہیں، ذرا باہر نکلئے ایک اچھا خاصا بازار لگا ہے ضرورت کی ہر چیز مل جانا مشکل نہیں، کھانے پینے کی دکانیں تو جا بجا لگی ہیں، ہوٹلوں کی بہتات اور ایسی بہتات کہ بڑے بڑے مقامات میں کیا ہوں گے، قول، حریسہ، حلوے، اچار چٹنی، دودھ، دہی، بالائی، غرضکہ جس کی ضرورت ہو ذرا سا چلئے اور خرید لیجئے بیمار ہیں تو پھل بھی حاضر، ڈاکٹر اور دوا خانہ بھی سامنے، تین دن کی آبادی اور یہ انتظامات، کل تو سفر تھا، آج ہر ایک کو سکون ہے، ذرا ٹھہر کر دیکھئے، کنکریاں تو آج بھی زوال کے بعد مارنی ہیں، پھر کیا جلدی، ابھی دیر ہے اور کوئی کام ایسا نہیں جو فوراً کرنا ضروری ہو ہاں خدا کے ذکر کو نہ بھولئے، ہر وقت توجہ رکھنے کی کوشش کیجئے، قرآن کی تلاوت، ذکر کی کثرت، دعاؤں کا ورد جتنا بھی ہو بہتر ہے، یہ دو دن ہیں کس لئے، تفریح و سیاحت کے لئے تو نہیں، دوپہر تک کوئی ایسا کام نہیں، آیئے تھوڑی دیر کو یہیں قریب دو تین فرلانگ پر وہ مشہور مقام ہے جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع شروع مدینہ کے چند افراد سے بیعت لی تھی، وہ پہاڑ کے دامن میں دائیں طرف ایک وادی ہے اس وادی میں ایک مسجد بنی ہے، آیئے ہم آپ ایک دوسرے سے عہد کریں کہ دین پر قائم رہیں گے، دین کی خدمت کا کام سرانجام دیں گے، وہ ستر آدمی جو حضورؐ سے بیعت کر کے مدینہ گئے تھے اور سارا مدینہ مشرف باسلام ہو گیا تھا انہوں نے اپنے عہد کو پورا کر دیا، رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ ہم بھی عہد کریں کہ ان کی اتباع کر کے دین کی اشاعت کریں گے، اے اللہ ہمارے اس عہد کو پورا فرما، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں ہم کو اور تمام مسلمانوں کو دین پر قائم رکھ، یہ خاموش جگہ آپ سے کیا مطالبہ کرتی ہے، مسجد کے در و دیوار کو نہ دیکھئے اپنے دل کا کھوج لگایئے، گوشہ گوشہ کو ٹٹولئے، غور و فکر سے کام لیجئے، ورنہ پھر آنے سے کیا مطلب، نری تفریح سے کیا فائدہ سیر و سیاحت کے لئے دلی کی جامع مسجد قطب مینار، پانی پت کا میدان کیا کم تھا؟ آج عہد کا دن ہے، سوچ بچار کی گھڑی ہے، یہاں کا ذرہ ذرہ پتھر اور پتھر کے سنگریزے آپ سے سوال کر رہے ہیں ہم عہد کرتے ہیں کہ اپنی زندگی سے ہر بری بات کی بیخ کنی کریں گے دین کی خدمت میں سر کھپائیں گے، اے اللہ اپنی رضا کے کام عطا فرما، ہم کو استقامت عطا فرما۔

(بقیہ صـ۶ سے آگے)

یہ مذہب ہی ہے جو انسان میں خیر کی جوت جگاتا ہے، سینہ زور اور طاغوتی طاقتوں کے سامنے ایک عظیم دیوار بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور خالق کی خوشنودی حاصل کرنے میں مدد کرتا ہے، انسان باری تعالیٰ کے قوت کی بالادستی تسلیم کر کے ایک پائیدار سکون کا اظہار کرتا ہے کہ جس سے آنے والی زندگی کے انعامات حاصل کر سکے، آج یہ سوال بہت تیزی سے ابھر رہا ہے کیا انسان کے اندر امن و آشتی کی طلب کا جذبہ مفقود ہو چکا ہے؟ (باقی آئندہ)

کیا مذہب ایک فرسودہ نظام ہے؟

تحریر: محمد قطب ۔۔۔ انگریزی سے ترجمہ: حکیم مولانا عزیز الرحمن اعظمی

اٹھارویں، انیسویں صدی میں سائنس کی ترقیات سے مرعوب ہو کر بہت سے مغرب زدہ لوگ مذہب کے بارے میں یہ کہنے لگے کہ مذہب ایک بے منفعت سرمایہ ہے۔ سائنس کے مقابل مذہب بری طرح شکست کھا چکا ہے۔

مغرب کے تقریباً سبھی ماہرین سماجیات اور علمائے طبعیات نے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کھلم کھلا شروع کر دیا یورپ کے مشہور فزیالوجسٹ فرائڈ کو ہم مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں جو واضح طور پر یہ بات پیش کر رہا ہے کہ اس دور ترقی میں مذہب کی طرف سے ہر وکالت بے سود اور بیکار ہے، اس لئے کہ انسانی زندگی تین ممتاز ادوار سے گذری ہے، ابتداً عقائد باطلہ، پھر مذہب، مذہب کے بعد سائنس کا دور ہے اس لئے اب صرف سائنس کی حکمرانی اور اس کی برتری کا دور ہے،

ہم پہلے باب میں ان وجوہ و اسباب پر روشنی ڈال چکے ہیں جس کی وجہ سے یورپ کے سائنسداں مخالف مذہب زندگی گذارنے کی سوچنے لگے اور مذہب کی مخالفت سائنس کا بنیادی مقصد بن گیا، اس اختلاف کا حقیقی سبب وہ کج بحثیاں تھیں جو یورپ کے پادریوں اور سائنسدانوں کے مابین عرصے تک جاری رہیں اور ان کے نتائج بد سے یورپ پوری طرح دوچار ہوا یعنی مذہب کے مخالفین یہ سوچنے پر مجبور ہوئے کہ انہیں لازمی طور پر اپنی راہ بدلنی ہوگی، اسلئے کہ چرچ کے خیالات رجعت پسندانہ، خرافی اور باطل پرستانہ ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ مذہب اب سائنس کے لئے کرسی خالی کر دے تاکہ انسانیت آگے بڑھ سکے اور ترقی کی راہ پر قدم سے قدم ملا کر چل سکے۔

بڑی عجیب بات یہ ہے کہ مذہب اور سائنس کے اس ناگوار تصادم کے موقعہ پر لوگوں نے یورپ کی مخصوص طرز زندگی اور اسلام کی سادہ و پاکیزہ انداز ہائے میں فرق کرنے کی کوئی سعی نہ کی بلکہ مذہب کی مقدس روایات کو جو انہیں اسلاف سے ترکے میں ملی تھیں قطعاً صرف نظر کر لیا اب کیا تھا یورپ کے کورانہ تقلید کی وبا اتنی تیزی سے چلی کہ اس نے اسلام کی پاکیزہ سلطنت کے تار و پود بکھیر دیے اور تجدد پسندی کا نے لوگوں میں ایسا رجحان پیدا کر لیا کہ ہر شخص کو یہ بات سمجھ میں آنے لگی کہ ترقی کی راہ صرف وہی ہے، جو ہمیں یورپ کی متسلط اقوام نے دکھلائی ہے چنانچہ ناسمجھی میں مسلمان بھی یورپ کی طرح اسلام کو خیرباد کہنے لگے، اب ان مقلدین میں ذہنی پستی اس قدر بڑھ گئی کہ وہ اس اعتقاد اور رد و عمل کا تصور بھی اپنی ابلہ فریبی کی وجہ سے کرنے کے لائق نہیں رہ سکے پھر اپنی پستی و ذلت کا خطرہ یہ تو بڑے دور کی بات تھی۔

پھر بھی آنکھ بند کر کے تقلید یورپ کا رجحان یکساں طور پر عام نہ تھا، سبھی اس میں مبتلا نہ تھے بلکہ ممتاز اہل علم کی ایک ٹولی مذہب کو عزت کی نظر سے اب بھی دیکھتی رہی اور کوئی ایسا کام جس سے مذہب کی کھلم کھلا اہانت ہو عمل میں نہیں لاتی تھی، یہی نہیں بلکہ بہت سے روشن ضمیر نفوس یہاں تک دیکھنے میں آئے کہ انہوں نے یورپ کی بے خدا مادیت سے نہ صرف اپنے کو علیحدہ رکھا بلکہ انہوں نے کھلے خزانے یہ اعلان کیا اور اس اعلان میں ذرا بھی جھجک محسوس نہ کی کہ مذہب انسان کی طبعی ضروریات کی کفالت میں اسی طرح پیش پیش ہے جس طرح وہ انسان کی ذہنی تربیت میں اہم ترین مقام رکھتا ہے۔

ان علماء روشن ضمیر میں سرفہرست مسٹر جیمس جینس (James — Jeeams ۔۔) مشہور ماہر فلکیات ہیں جن کی ابتدائی علمی زندگی انکار وجود باری سے منصۂ شہود پر آئی مگر انتہا اپنی تحقیق کی روشنی میں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سائنس اپنی مبادیات سے لیکر اعلیٰ ترین مقاصد تک بغیر خدا کی قوت پر یقین رکھے ہوئے کسی ادنیٰ منزل اور معمولی نتائج تک بھی نہیں پہنچ سکتی، مشہور عالم سماجیات جمس برج (Jams Bidg) نے اسلام کو عصری تقاضے کے مطابق اعلیٰ ترین روحانی و جسمانی مرکب قرار دیا ہے جس کے بغیر زندگی ایک چیتاں بن کے رہ جاتی ہے، انگلستان کے مشہور ترین اہل قلم مسٹر سومرسٹ میگھم (Somrest Mogham) مذہب کی طرف یورپ کو پوری طرح متوجہ کر رہا ہے اور اس نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ یورپ دور حاضر میں قدیم دور کے عظیم خدا کو چھوڑ کر سائنس جیسے بے بود خدا کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

اکبر نے خوب کہا ہے ؎

بھولتا جاتا ہے یورپ آسمانی باپ کو
اور خدا سمجھا ہے اس نے برق کو اور بھاپ کو
برق گر جائے گی اک دن اور اڑ جائیگی بھاپ
ہاں بچائے رہیو اکبرؔ اس سے اپنے آپ کو

عصر حاضر کا مانا ہوا خدا "سائنس" نہایت درجہ ناپائدار، متلون المزاج، ناقابل اعتبار ثابت ہو چکا ہے، کل جن باتوں کی تکذیب سائنس کر چکی ہے آج انکا اثبات کر رہی ہے، کبھی جسے ناپائدار بتا چکی ہے اب اسے پائدار اور مستقل سمجھا رہی ہے، خود ہم بھی اپنی ان آنکھوں سے سائنس کے ان مقلدین کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ ایک ابدی اضطراب سے دوچار ہیں، ان کے دل سکون کی بجائے بے سکونی کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، ان کی یہ بے چینی قدرتی ہے، بھلا کون کسی متلون المزاج خدا کا بندہ بن کر پرسکون زندگی گذار سکتا ہے، ہرگز نہیں، یہ پائدار اضطراب اور ابدی بے سکونی جس کے مزے عصر حاضر کا یورپ بری طرح چکھ رہا ہے خود اس کی فطرت و ذہنی غلطیوں کا نتیجہ ہے، آج یہ عصابی بے چینی، ذہنی پژمردگی یورپ میں عام وبا کی طرح پھیل چکی ہے۔

موجودہ دنیا میں سائنس کی کورانہ پرستش سے ایک اور خرابی سامنے آرہی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے ذہن سے کسی حاکمانہ دست برد رکھنے والی قوت کا تصور ہی مٹتا جاتا ہے، چنانچہ اس کی وجہ سے مسلسل تصادم اور پیہم مزاحمت کی صورت سائنس اپنی متضاد قوتوں کے ساتھ جاری کئے ہوئے ہے، یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی ہر چیز تغیر پذیر ہے اور معاشی اور سیاسی نظام میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور حکومت کے تعلقات بھی اس تبدیلی و تغیر سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح سائنسی حقائق بھی تغیر پذیر ہیں، سائنس کی ان آویزشوں سے ان حالات میں آدمی کس طرح نجات پائے اور اس ابدی بے اطمینانی سے خلاصی کی کیا صورت اختیار کر سکتا ہے، جبکہ سائنس کی گہری تاریکی نے دور سے دور تک اندھیرا پھیلا رکھا ہے پھر ایسی صورت میں کہ سائنس کے سوا انسان کے سامنے کوئی دوسری عظیم طاقت ہی نہ ہو جسے مشکلات کے وقت پکارا جا سکے۔ اور جس کی اعانت کی بدولت سکون تک رسائی ہو سکے، زندگی اس نامراد کشمکش سے چھوٹ جائے سچ بات یہ ہے کہ دنیا میں امن اور پائدار سکون مذہب اور صرف مذہب ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔

(باقی صـ ۵ پر ملاحظہ فرمائیں)

غزل

از ــــــ دلے ایوبی ٹونکی

منظر حسین ہو گئے جلوے نکھر گئے
مشتاقِ دید تیرے جدھر سے گذر گئے

اس کشمکش میں اہلِ محبت تو مر گئے
گیسو بکھر گئے کبھی گیسو سنور گئے

کچھ دور تک تو راہ میں نقشِ قدم ملے
دیوانے اس کے بعد نہ جانے کدھر گئے

اللہ رے جستجوئے حیاتِ ابد کہ ہم
مردانہ وار بحرِ فنا میں اتر گئے

لوگوں نے اس مقام کو منزل سمجھ لیا
دم لینے دو گھڑی کو جہاں ہم ٹھہر گئے

راہ طلب میں یوں تو بھٹک بھی گئے مگر
منزل ہمارے ساتھ رہی ہم جدھر گئے

توفیقِ صبر دے مجھے پھر اے خیالِ یار
ارماں پھر احتیاط کی حد سے گذر گئے

اے دل اُس آستاں سے ہے نسبت ہمیں جہاں
اک جنبشِ نگاہ سے لاکھوں سنور گئے

"فکرِ تازہ"

از ــــــ رئیس الشاکری ندوی

جبیں وقف ہو پائے جاناں کی خاطر
یہ توشہ ہے عمر گریزاں کی خاطر

اسی خاک سے چاند تارے اُگیں گے
پریشاں ہو کیوں ماہ تاباں کی خاطر

خدا کیلئے میرے آنسو نہ پوچھو!
یہ تیاریاں ہیں چراغاں کی خاطر

دلِ اہل گلشن پہ کیا کیا نہ بیتی!
فقط ایک فصل بہاراں کی خاطر

رخ لالہ و گل پہ پژمردگی ہے
لہو پیش کر دیں گلستاں کی خاطر

بہاروں کے دن ہوں گلستاں سے نکلے
یہ اعزاز ہے چاک داماں کی خاطر

رفیق! آج چھیڑو بہ حسن ترنم
غزل اک رئیس غزلخواں کی خاطر

قطعات

دیدۂ دل میں جان رکھتے ہیں
شان والے ہیں شان رکھتے ہیں
بے وفا کہہ رہے ہو کہہ لو، مگر
ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

ہم نے دیا ہے خون گلستاں کیواسطے
یعنی نشاط و کیف بہاراں کیواسطے
کیا کیا نہ دل پہ بیت گئی ہے شب فراق
اک زرنگار صبح درخشاں کیواسطے

گذشتہ سے پیوستہ

حسن البنّا کی ڈائری کا ایک ورق

• فراغت کے بعد ہماری سب سے بڑی آرزو

• غیر محدود عمل کامیابی کا راز

ترجمہ :- اقبال احمد اعظمی ندوی

ہمارے استاذ شیخ احمد یوسف نجاتی کو (اللہ ان کو جزائے خیر دے) انشاء کے موضوع سے بڑی دلچسپی تھی، اس سلسلہ میں ان کے بہت سے لطیفے اور دلچسپ تبصرے مشہور ہیں، جب وہ ہم لوگوں کی انشاء کی تصحیح سے گھبرا جاتے تو فرماتے:

اے حضرات مشائخ یہ اپنی کاپیاں لیجئے جسے آپ لوگ انشاء کہتے ہیں، اسے تقسیم کرلیں، اور اختصار سے کام لیں، بلاغت اختصار کا نام ہے، مجھے تو خدا انشاء سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، اس پر ہم خوب ہنستے اور کاپیاں تقسیم کرلیتے۔

۱۹۲۷ء ... ہماری فراغت کا سال تھا ہم نے اس سال جس موضوع کو انشاء کے لئے اختیار کیا، اس کا عنوان تھا "فراغت کے بعد تمہاری سب سے بڑی آرزو؟ اور وہ کون سے وسائل ہیں جنھیں اپنی ان آرزوؤں کو بروئے کار لانے کے لئے استعمال کروگے؟"

اس سوال کے جواب میں میں نے جو کچھ لکھا تھا اس کا خلاصہ یہ ہے:

اچھی طبیعتیں وہ ہیں جو اپنی سعادت اس بات میں سمجھتی ہوں کہ لوگوں کو سعادت اور خیر کی طرف دعوت دیں اور وہ ان کی خوشی میں اپنی خوشی محسوس کرتی ہوں، اور ان سے ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیزوں کے دفع کر دینے میں اپنی حقیقی مسرت تصور کرتی ہوں، اور حق و ہدایت کے لئے کوشش اور جدوجہد میں ۔ اس میں مصاعب اور مشکلات کے باوجود ـــــ اپنے لئے راحت اور لذت محسوس کرتی ہوں، اور جو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اتر کر ان کے علاج کو معلوم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور سوسائٹی میں گھس کر لوگوں کی زندگی کی مسرت و غم کو جاننے کی کوشش کریں ... ، ساتھ ہی ساتھ اس کی بھی کوشش کریں کہ کس چیز سے ان کی زندگی میں خوشی اور مسرت پیدا ہوتی ہے، اور یہ ایسا اسی وقت ہوسکتا ہے جب ان نفوس کو بنی نوع انسان کے ساتھ سچی ہمدردی کا جذبہ اور احساس ہو، اور ان کے ساتھ ان کو شدید دلچسپی اور رغبت ہو، ایسی ہی طبیعتیں بیمار دلوں کی شفا کا باعث ہوسکتی ہیں اور تنگ اور پژمردہ دلوں میں مسرت اور خوشی کی لہر پیدا کرسکتی ہیں، اور اپنے لئے اس ساعت کو سب سے بہتر اور خوش نصیب تصور کرسکتی ہیں جس میں وہ اللہ کے کسی بندے کو ابدی یا دنیاوی بدبختی سے نکال سکیں۔ اور اس کو صراط مستقیم پر لگا سکیں۔

میرا خیال ہے کہ وہ عمل جس میں نفع صاحب نفع سے آگے نہ بڑھے، اور جس کا فائدہ صاحب فائدہ سے تجاوز نہ کرے، ایسا عمل ناقص اور ادھورا ہے بہترین عمل وہ ہے جس کے نتائج سے صاحب عمل کے سوا اس کے خاندان، اس کی قوم و امت اور اس کے دوسرے ہم جنسوں کو فائدہ پہونچ سکے، یہ نفع اور فائدہ جس قدر محیط ہوگا اور جس قدر اس کا دائرہ وسیع ہوگا، اتنا ہی وہ فائدہ عظیم کہلائیگا، اس عقیدہ اور خیال کی وجہ سے میں نے معلمی کی راہ کو پسند کیا ہے، کیونکہ پڑھانے والے کی مثال اس تیز روشنی کی ہے جس سے بہت سے لوگوں کو روشنی ملتی ہے اور اس روشنی میں ایک جم غفیر چلتا ہے، خواہ وہ اس شمع کی روشنی کی طرح کیوں نہ ہو جس کو روشن کرکے لوگ روشنی حاصل کرتے ہیں۔

میرے خیال و عقیدہ میں سب سے عظیم مقصد جسکی طرف انسان کو چلنا ضروری ہے، اور سب سے بڑا نفع جو انسان کو پہونچتا ہے، یہ ہے کہ جس چیز سے انسان کو اللہ کی رضا حاصل ہوجائے اور اس کے نتیجہ میں اللہ اس کو جنت کا مستحق قرار دے، اور اسکو اپنی محبت اور انس کا لباس پہنائے اور جہنم کے عذاب سے بچالے۔ جو شخص اس مقصد یا اس منزل کا قصد کرے گا تو اس کے سامنے دو راستے ہیں، اور ہر ایک کی الگ الگ خصوصیات ہیں وہ ان میں سے جس کو چاہے اختیار کرے۔

پہلا راستہ :- تصوف کا ہے جس کا مطلب ہے اخلاص اور عمل، اور مخلوق سے دل کو پھیر کر اللہ کی طرف لگانا یہ راستہ زیادہ مامون اور قریب تر راستہ ہے۔

دوسرا راستہ :- تعلیم و رشد و ہدایت کا ہے، یہ اخلاص و عمل میں پہلے راستے کے مطابق ہے، البتہ اس کے دوسرے جزء یعنی مخلوق سے صرف نظر کرنے میں پہلے راستہ سے الگ ہوجاتا ہے اس لئے کہ اس میں لوگوں سے میل و جول اور ان کے حالات کی دیکھ بھال، اور ان کی سوسائٹی اور معاشرے سے پوری طرح متعلق رہنا اور اس کی بیماریوں کے نفع بخش علاج کی طرف بلانا ہے اور یہ اللہ کے نزدیک زیادہ عظیم اور شرف کا راستہ ہے، اس کی طرف قرآن نے بھی دعوت دی ہے۔ اور اس کی فضیلت رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان فرمائی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ وہ ان دو راستوں میں طالب علم کے لئے واجبی راہ ہے۔ اور ان میں سب سے اچھی ہے اس شخص کے لئے جس نے دین کا علم حاصل کیا "تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کے پاس لوٹ کر جائیں، شاید کہ ان کے اندر اللہ کا ڈر پیدا ہو۔" الآیۃ

میرا خیال ہے کہ ہماری قوم مخصوص سیاسی ادوار اور اجتماعی موثرات کی بنا پر اور مغربی تہذیب اور مادی فلسفہ اور فرنگی تقلید کی تاثیر کے باعث اپنے دین سے دور ہوگئی، اور اپنی کتاب کے مقاصد سے بہت دور ہوگئی، اس نے اپنے آباء و اجداد کے مجد و شرف کو فراموش کردیا، اپنے اسلاف کے آثار کو بھلا بیٹھی، اور دین صحیح کی طرف ظلم و جہل کی غلط چیزیں منسوب کرنے کی وجہ سے ان پر صحیح دین مشتبہ ہوگیا، اور دین کی واضح حقیقت اس سے مستور ہوگئی۔ "بقیہ ص۱۶ پر"

گذشتہ سے پیوستہ

عالمی یہودی حکومت کا قیام اور اس کے لئے یہودیوں کی جدّوجہد

از :- ندر الحفیظ ندوی

تینوں کے نتائج کا عمومی جائزہ

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان تینوں کا نتیجہ کیا نکلا اور یہودیوں نے کہاں تک اپنا مقصد حاصل کیا اور ان کے اثر و نفوذ کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے۔

جہاں تک یہودی بینکوں کا مسئلہ ہے وہ بالکل ظاہر ہے، اس سلسلے میں انہیں پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے، چنانچہ اس وقت عالمی تجارت پر یہودی چھائے ہوتے ہیں، امریکہ و برطانیہ، فرانس اور یورپی ممالک میں تجارتی باگ ڈور یہودیوں کے ہاتھ میں ہے، وہ کس حیثیت کے مالک ہیں، اس کا جائزہ ایک جرمن محقق نے لیکر بتایا ہے کہ "یہودیوں کی غیر معمولی دولت مندی کا اندازہ لگانا ناممکنات میں سے ہے اس لئے کہ وہ اپنی دولت کا سُراغ نہیں لگنے دیتے، اور وہ اپنے خاندان کے افراد کو بھی شریک نہیں کرتے، پھر بھی محتاط اندازہ کے مطابق اسوقت دنیا میں یہودی قوموں میں ۴۷ فیصدی ایسے یہودی موجود ہیں جو ارب پتی ہیں، چالیس فیصدی کروڑ پتی ہیں، باقی ۱۳ فیصدی متوسط درجہ کے ہیں اور ان میں بھی اکثریت لکھ پتی ہیں" ان میں زیادہ تر بینکرس ہیں جو امریکہ و برطانیہ جیسی مملکتوں کو قرض دیا کرتے ہیں اور جو پوری دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکے ہیں اور برابر اس میں اضافہ کر رہے ہیں، ترقی پذیر ممالک کو جو مالی اور فنی امداد دی جاتی ہے اور جس کے لئے امریکہ کو ان داتا کہا جاتا ہے، کیا وہ سب قرض امریکہ بحیثیت امریکی قوم فراہم کرتا ہے کیا اس کا نفع (وسیع معنوں میں) اسی کو ملے گا، یہ محض خام خیالی ہوگی اگر ہم ایسا سمجھ لیں، اس لئے کہ یہودیوں سے یہ بات بہت بعید ہے کہ جس میں وہ نفع دیکھیں اس سے دستکش ہوجائیں اور امریکی قوم کو یہ موقع دے دیں کہ تم قرض دے کر سود حاصل کرو، یہودیوں کی فطرت سے یہ بعید ہے کہ وہ دوسروں کو پھلنے پھولنے اور اثر و رسوخ کے بڑھانے میں مدد دیں، یہود کی صفت اور فطرت کے متعلق قرآن مجید نے بہت بلیغ انداز میں بیان کیا ہے۔

ومن اهل الكتاب من ان تامنه بقنطار يؤده اليك ومنهم من ان تامنه بدينار لا يؤده اليك الا مادمت عليه قائما۔ اور جس قوم نے اپنا شعار یہ بنالیا ہو کہ لنجعل الربا شعارنا كيلا يبقى فى العالم الا اسرائيل۔ "ہمیں چاہئے کہ ہم سود کو اپنا شعار بنالیں تاکہ دنیا میں صرف اسرائیل باقی رہ سکے" ایسی قوم جب ۸۰ فیصدی بینکوں کی مالک ہو تو اس کے لئے عالمی حکومت کا قیام کیا مشکل ہے، بینکوں کے ذریعہ وہ بے شمار فائدے اٹھاتے ہیں، وہ بڑی بڑی شخصیتوں کو خرید سکتے ہیں، حکومتوں کو قرض دینے کے بعد ان پر اپنا دباؤ ڈالتے ہیں اور حسب مرضی پالیسی وضع کراتے ہیں، دباؤ کی ضرورت تو اس وقت ہوا کرتی ہے، جب اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا، ورنہ بالعموم پالیسی سازاداروں، سربراہ مملکت کے مشیروں، اور ماہرین قانون کی صورت میں وہ حکومتوں میں اپنے آدمی مسلط کردیتے ہیں جو پوری فرماں برداری کے ساتھ یہودیوں کے اشاروں پر کام کرتے ہیں، امریکہ جیسی دولتمند مملکت کا صدر اسرائیلی وزیر اعظم لیوی اشکول کی نازبرداری کیوں کرتا ہے، اس لئے کہ وہ پوری طرح یہودیوں کی گرفت میں ہے، ویت نام میں امریکی قوم کٹ رہی ہے، اور بقول ڈیلی میل لندن کے نامہ نگار کے کہ ویت نام میں امریکہ کی وہ فوج کٹ رہی ہے، جس پر امریکہ کو ناز تھا، امریکی قوم نہ صرف ویت نام میں بلکہ پوری دنیا میں رسوا ہوچکی ہے اور سیاسی معاشی اور اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہوگئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنی جگہ یہ طے کر رکھا ہے کہ امریکی قوم کے زوال کا وقت آپہونچا ہے اس لئے وہ پوری قوت سے ضرب لگا رہے ہیں۔

ویت نام کی جنگ سے صرف اور صرف یہودیوں کو فائدے پہونچ رہے ہیں، اس لئے کہ ہوائی جہازوں کے کارخانے، گولہ بارود اور فوجی ساز و سامان اور رسد کی ٹھیکیداری یہودیوں کے پاس ہے اور ویت نام کی جنگ بندی سے ان یہودی کارخانوں پر مصیبت آجائے گی اور ان کا قائم رہنا مشکل ہوجائے گا۔ یہ جنگ اس لئے بند نہیں ہوگی کہ یہودیوں کی مرضی نہیں ہے، امریکی قوم چیختی رہے، پوری دنیا امریکہ کو برا کہتی رہے، جانسن حکومت اس لئے باقی رہے گی کہ ان کی پشت پر یہودی ہیں۔

برطانوی حکومت بھی یہودیوں کی گرفت میں ہے مگر اتنی نہیں جتنی کہ امریکی حکومت، برطانوی قوم کو دوسری جنگ عظیم نے تباہ کرکے رکھدیا، یہ جنگ بھی محض یہودیوں کی خاطر لڑی گئی تھی، جس نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، لیکن اس کے باوجود برطانوی قوم کی ساکھ کچھ نہ کچھ باقی رہی، معاشی بحران نے اس کو بھی ہلا کر رکھدیا ہے اور وہ یہودیوں کی فریب کاریوں کی وجہ سے دیوالیہ ہوتی چلی جارہی ہے انگریز قوم میں ایسے دانشور موجود ہیں جو اپنی قوم کو اس جال سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں، جاپان دوسری جنگ عظیم میں تباہ ہوکر رہ گیا مگر وہ اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں سب سے آگے ہے اور سکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف گامزن ہے، اس کا کوئی جھگڑا کسی سے نہیں ہے اس لئے کہ اس کے دروبست پر صرف جاپانی حاوی ہیں، امریکہ و برطانیہ اور فرانس و جرمن اور دیگر یورپین ممالک میں تمام کلیدی مناصب یہودیوں کے پاس ہیں، یہی حال روس کا ہے، ان تمام حکومتوں میں سربراہ مملکت کے دس مشیروں میں سے آٹھ مشیر یہودی ہیں اور وہ غیر معمولی طور پر حاوی اس لئے ہیں کہ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے جو شاہ کلید ہے۔

دوسرے نمبر پر صحافت ہے جس سے یہودی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

جب سے دنیا پریس کی طاقت سے آشنا ہوئی ہے اس وقت سے آج تک کا جائزہ لے لیجئے کہ دنیا نے کیا پایا۔ اثمہ اکبر من نفعہ۔ بے حیائی بدکاری، عریانیت کی متعدی بیماری سے کون سا ملک اور کون سی قوم بچ رہی ہے، کیسا زہریلا ادب ذہن و فکر کو مسموم کر رہا ہے۔ اور اس وقت دنیا کی پوری فضا کو مسموم بنانے خاندان و معاشرہ اور پوری قوم کو تباہ کرنے میں صحافت و پریس نے کیا رول ادا کیا ہے، جتنے الحادی فلسفے ہیں وہ اسی راہ سے عام ہوئے ہیں اور آج پورا معاشرہ اور پوری پوری قومیں تباہی و بربادی کی طرف کس تیزی سے جا رہی ہیں اور اپنی توانائی ضائع کر رہی ہیں۔

اس وقت پوری دنیا میں یہودیوں کی موثر ترین صحافت ہے، جو اخبارات و رسائل خاص ان کی ملکیت ہیں ان کی تعداد ساڑھے ۹ سو کی ہے، اور یہ تمام براعظموں میں موثر ترین اشاعت رکھتے ہیں اور جن زبانوں میں یہ اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں ان میں انگریزی میں ۴۲ فیصدی فرانسیسی بیس چار فیصدی جرمنی میں ۳ فیصدی عبرانی میں ۴۹ فیصدی اسپینی و پرتگالی زبانوں میں ۵ فیصدی اور یہودیوں کی یوروپی زبانوں میں ۷ فیصدی اور دیگر مختلف [۴]

اس وقت یہودیوں کی ملکیت میں گیارہ بڑی بڑی نیوز ایجنسیاں ہیں جو عالمی پیمانے پر خبریں فراہم کرتی ہیں، اس کے دوسرے موثر ترین اخبارات و رسائل کے ادارتی عملوں نامہ نگاروں میں ۵۹ فیصدی یہودی شامل ہیں، اکثر ایسے اخبارات و رسائل ہیں جو بہت غیر معمولی اثر رکھتے ہیں اور جن کا صرف ایک ہی اداریہ پوری دنیا کو موثر کر دیتا ہے، مشہور ترین اخبارات و رسائل میں نیویارک ٹائمز، لندن ٹائمز، ڈیلی میل، ڈیلی مرر، اکنامسٹ، واشنگٹن پوسٹ، لائف، ٹائم، ریڈرز ڈائجسٹ، نیوز ویک، نیوز آف دی ورلڈ، موثر اشاعت اور وسیع حلقہ اشاعت رکھتے ہیں۔

ان کا ایک اداریہ ہی بڑی بڑی طاقتور حکومتوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور وہ جس طرف چاہتے ہیں عالمی سیاست کے رخ کو موڑ دیتے ہیں ان میں سے ہر ایک میں یہودی چھائے ہوئے ہیں اور بڑی حد تک ان ہی کی ملکیت میں ہیں۔ ہر اخبار و رسائل نے اپنے ذمہ ایک کام لے لیا ہے اور وہ اس میں مصروف ہے، کوئی سیاسی سطح کا جائزہ لیکر اس پر وار کرتا ہے اور یہودیوں کے حق میں پالیسی سازی میں مدد و معاون ہوتا ہے، کوئی معاشی و اقتصادی جائزہ لے کر مالی مسائل کے متعلق مشورے دیتا ہے، کسی کا یہ کام ہے کہ وہ مسلمان شخصیتوں اور لیڈروں کو جھوٹے مضامین لکھ کر بدنام کرے۔ اور کسی کا کام یہ ہے کہ وہ تنقیدی و علمی تحقیقات پر گمراہ کن مضامین شائع کرے اور دین اور اس کے شعائر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرے۔

اس طرح سے یہودی ہر طرف مسلط ہیں، اور ہر محاذ پر اپنا کام منصوبے کے مطابق کر رہے ہیں۔ اور انہیں یقین کامل ہے کہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہوں گے، صحافت ہی سے انھوں نے عریانیت و اباحیت کو پھیلایا ہے، یہودیوں کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ عریانیت و اباحیت اور بد اخلاقی و فسق و فجور اور شراب نوشی کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ ذہن و فکر مسموم ہو جاتا ہے اور وہ کسی بڑے کارنامے کو انجام دینے کے قابل نہیں رہتا، بد اخلاقی و بے حیائی کا لازمی نتیجہ یہودیوں کے نزدیک یہ ہوگا کہ خاندانی شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ماں جو بچے کی پرورش کرتی ہے اور وہی اس کو بناتی بگاڑتی ہے، جب خود بچے کی تربیت سے لاپرواہ ہو جائے گی تو بچے کیسے بنیں گے اور کیونکر ان کا مستقبل سنور سکے گا، اس کا جواب یہودیوں کے نزدیک یہ ہے کہ ان بچوں کو تربیت گاہوں اور تعلیمی اداروں میں بھیج دیا جائے گا، پھر وہاں یہودی ہی اس کے بنانے بگاڑنے میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اور پھر جب وہ بچہ جوان ہوتا ہے تو وہ یہودی نقطۂ نظر کو زیادہ بہتر طریقے پر انجام دے سکتا ہے اس نقطۂ نظر سے ہم جب امریکہ و یورپ کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہودی فلسفیوں نے صحیح منصوبہ بنایا تھا، امریکی قوم بحیثیت قوم عیاشی و بد اخلاقی میں مبتلا ہے اور عقل و خرد اور بہترین قومی امتیاز و صفات سے بہت تیزی کے ساتھ محروم ہوتی چلی جا رہی ہے، امریکہ میں چوٹی کے سائنسدانوں اور دانشوروں کا جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی ہے، کہ ان جگہوں پر یہودی قابض ہو گئے ہیں اور امریکی عیاشی میں پڑے ہیں، ان کی مثال ایسے مدہوش کی طرح ہے جس کے پاؤں میں لڑکھڑاہٹ ہے، اس کو جدھر چلا ئیں گے وہ اسی طرف چلے گا، امریکی قوم عیاشی میں کس حد تک ڈوبی رہتی ہے، اس کا پتہ لینا ہو تو ان جائزوں اور رپورٹوں کا مطالعہ کیجئے جو وقتاً فوقتاً سرکاری و غیر سرکاری طور پر اخبارات اور کتابوں میں آتی رہتی ہیں، اس کے برعکس یہودی قوم کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شراب نوشی بد اخلاقی اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ وہ غیر یہودیوں کو شراب نوشی، اور بد اخلاقی میں مبتلا نہ کر دیں، ان کو بد اخلاقی اور جرائم میں مبتلا کر کے خود الگ ہو جاتے ہیں اور بیٹھ کر نتیجے کا تماشہ دیکھتے ہیں، یہ تکنیک ہر جگہ استعمال کی جاتی ہے اور اس کے علاوہ یہودیوں نے بڑی بڑی انجمنیں اور کلب قائم کئے ہیں جو منظم طریقے پر یہ کام کرتے رہتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

"تعمیر حیات"
ملکیت کے بارے میں بیان

اخبار کے رجسٹریشن (مرکزی) توضیح ۱۹۵۶ء کے قاعدہ نمبر (۸) کے تحت حکومت ہند کی وزارت اطلاعات و نشریات کا مطلوبہ بیان متعلق ملکیت و دیگر تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) مقام اشاعت .... لکھنؤ
(۲) وقفہ اشاعت .... پندرہ روزہ
(۳) پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر .... محمد الحسنی
(۴) قومیت .... ہندوستانی
(۵) پتہ .... ۳۷ گوئن روڈ لکھنؤ
(۶) مالک شعبہ تعمیر و ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

میں (محمد الحسنی) اعلان کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات جہاں تک میری اطلاعات کا تعلق ہے صحیح ہیں۔ محمد الحسنی

[۴] مقامی و علاقائی زبانوں میں ۰ فیصدی اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں۔

گذشتہ سے پیوستہ

براعظم افریقہ
تبلیغی نقطۂ نظر سے

تحریر: جناب عبد الباسط ✦ ترجمہ: مولانا حبیب اللہ پالن پوری

اسکی سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں اسلامی شعور پیدا کر کے انھیں اسلام کے مخالفین کی طرف سے کئے جانے والے منظم اسلام دشمن حملوں سے بچایا جائے عالم اسلام کی ...... مخلص اور سرگرم اعیان کی جماعتیں مقامی مسلم باشندوں کی اسلامی عقائد اور تعلیمات کے مطابق تربیت کرنے میں بہت کچھ کر سکتی ہیں اور اس طرح انھیں اس خوبصورت جزیرے میں اسلامی پیغام کی اشاعت کیلئے ایک قابل قدر سرمایہ ہاتھ آسکتا ہے۔

جنوبی افریقہ ایک چیلنج

ساؤتھ افریقہ جو گوناگوں نسلوں اور رنگوں کا مجموعہ ہے جہاں نسلی تعصب تفریق اور حمیت کی آگ خود غرض جماعتوں کی وجہ سے ہمیشہ جلتی رہتی ہے، مسلمانوں کے لئے ایک ہیجان انگیز چیلنج پیش کرتا ہے، قبائلی تفریق میں بین الاقوامی اور بین النسلی فسادات رقابتوں اور نسلی غرور و برتری کے ماحول میں ہر شخص عصر حاضر کی اس صورت حال کو زمانۂ جاہلیت سے تشبیہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، جیسا کہ اس وقت تھا چیلنج آج بھی اتنا ہی اہم ہے اور حالات اتنے ہی اشتعال انگیز ہیں مسلمانوں کا فرض ہے کہ براعظم افریقہ میں اسلام کے مقدر کو بدلیں، اسلام کے لئے وہ کتنا عظیم دن ہوگا جبکہ ہلالی پھریرا افریقہ سے گذر کر بحرۂ اوقیانوس پر بھی لہراتا ہوگا۔

میں اس تبدیلی کے ساتھ افریقی براعظم میں اسلام کی رفعت شان کی پیش بینی کے علاوہ انسانیت کیلئے بھی عظیم برکات کی پیشینگوئی کرتا ہوں۔

مسلم جماعتوں کی کوتاہی

مشرقی اور وسطی افریقہ میں آج اسلام اور مسیحیت کے درمیان مقابلہ چل رہا ہے کہ کون لوگوں کے دل جیتنے نہ چاہتے ہوئے بھی اسلام کی رفتار تبلیغی سرگرمیوں کی کمی کی وجہ سے سست پڑ گئی ہے جبکہ عیسائی اس میدان میں وسیع جد و جہد کی وجہ سے روزانہ نئے معتقدین کو حلقہ بگوش بنائے جا رہے ہیں اس علاقہ میں اصل باشندوں کی اکثریت اب بھی مشرک ہے لیکن بہت سے مسلمان ہیں اور کچھ عیسائی بھی جن کی تعداد سفید فام مشنریوں کی انتھک جد و جہد کی وجہ سے اب تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے جو یورپین کو ارڈ کی موثر مدد اور امریکہ و برطانیہ کے ظل ہمایوں میں پھل پھول رہی ہیں۔ اس کے بالمقابل مسلم تبلیغی حرکت کہیں بھی منظم نہیں، وطن پرست افریقہ سیاسی حیثیت سے جاگ اٹھا ہے لیکن مسلم افریقہ مذہبی حیثیت سے سو رہا ہے اس غمناک صورت حال کا الزام مسلمانوں ہی کے سر آتا ہے۔ تاریخ مسلم لیڈروں اور سرمایہ دار افراد کو معاف نہیں کر سکتی، اگر انھوں نے جلد ہی براعظم افریقہ کو عیسائی مشنریوں کے دام فریب سے بچانے کے لئے استقلال کے ساتھ منظم اور فیصلہ کن کوششیں نہیں کیں جو مشنریز اس سرزمین افریقہ میں اسلام کو کافی نقصان پہونچا چکی ہیں۔

وقت کا تقاضہ

لہٰذا یہ سب سے زیادہ اہم ہے کہ اسلام کی عزت کی خاطر ہر سنجیدہ مسلمان ذاتی قربانی کے لئے اپنے آپ کو رضاکارانہ طور پر پیش کرے۔ اگر اس علاقے میں عیسائیت کے اٹھتے طوفان کو روکنے کے لئے ابھی سے مناسب اقدامات نہ کئے گئے تو بڑا اندیشہ ہے کہ مشرقی اور وسطی افریقہ ہمیشہ کے لئے اسلام کے ہاتھوں سے نکل جاتے اس لئے ضروری ہے کہ عالم اسلام اس مسئلے کو سمجھے اور اسلام کیلئے افریقہ کو حاصل کرنے کے مقابلہ میں ہمت ہار کے نہ بیٹھ جائے۔

عمل کا سوال

افریقہ کو اسلام کی خاطر محفوظ کرنے کے لئے افرو ایشیائی مسلم ممالک پر یہ ضروری ہے کہ اس علاقے میں اسلامی تبلیغی کام کی اسی طرح سرپرستی کریں جیسے امریکہ اور یورپ مسیحی انجیل کی اشاعت کے لئے مدت دراز سے کر رہے ہیں، بد قسمتی سے افریقہ میں اسلام کی اشاعت کی سیاسی اہمیت کو مسلم ممالک میں عام طور پر نظر انداز کر دیا گیا ہے، یہ نہیں سمجھا گیا کہ افریقہ کے اسلامی حلقۂ اثر میں آجانے سے عالم اسلام معتد بہ حد تک قوت حاصل کرے گا لہٰذا یہ بہت ضروری ہے کہ موضوع میں دلچسپی کا اضافہ کیا جائے اور اس عظیم چیلنج کا احساس پیدا کیا جائے جو آج افریقہ کی طرف سے اسلام کو درپیش ہے۔

مطلوبہ تعاون

دعوت اور عام فلاح و بہبود کے سلسلہ میں افریقہ کے ضروری اور فوری تقاضے یہ ہیں۔

(۱) مسلمانوں میں مذہبی بیداری بالخصوص مغربی افریقہ میں جہاں اسلامی علوم و احکام کی طرف سے بے اعتنائی اور جہالت خطرے کے نشان تک پہونچ چکی ہے۔

(۲) اسلام کی اشاعت بالخصوص کانگو، گیبن، انگولا، جنوب مغربی افریقہ، مڈغاسکر، جنوبی سوڈان، اور مشرقی نائجیریا جہاں اسلام عملاً غیر متعارف ہے اور گھانا، لائبیریا، یوگانڈہ جیسے ممالک میں بہت ہی کمزور اور غیر محفوظ ہے

اسلام کی اشاعت مقدم جاریہ ہے

اس مقصد عظیم کے پیش نظر مال کا خرچ کرنا خدا کی رضامندی اور آخرت کی نجات کا باعث ہے حقیقۃً اسلام کی اشاعت زبان سے ہو یا عمل سے دوسرے تمام فضائل اعمال کے مقابلہ میں افضل ہے، اسلام کے تبلیغی تقاضے — مسلمانوں کو خدا کے راستے میں اپنا سب کچھ قربان کرنے اور انسانیت کو ان تیرہ راستوں سے بچانے کے لئے دعوت دے رہے ہیں جس میں وہ نئی دنیا کی سرکش طاقتوں کی وجہ سے گرفتار ہے۔

ہم میں سے جو لوگ علم رکھتے ہیں۔ انھیں علم کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرنی چاہئے۔ حدیث میں ہے کہ — خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس نے قرآن کو سیکھا اور پھر دوسروں کو سکھایا، اسی طرح سرمایہ داروں کو سرمایہ کے ذریعے اور ارباب فکر و نظر کو علم و فن کے ذریعے اسلامی خدمت انجام دینی چاہئے تاریک براعظم آج اسلام کی روشنی کا محتاج ہے اور ہم میں سے ہر شخص کو انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے تمام ذرائع کیساتھ اس کی خدمت ضروری ہے

اسلام افریقہ میں صلاحیت اور تربیت

رکھنے والے افراد اور تنظیموں سے تعاون کا متقاضی ہے، سب سے بڑھکر مخلص اور انتھک جدوجہد کرنے والے نوجوانوں کا تعاون جنہیں افریقہ کے صحراؤں میں کو دپڑنا چاہیئے اور لوگوں میں اس سچے مذہب کی سمجھ پیدا کرنی چاہیئے جو افریقہ کی ضرورتوں کے عین مطابق ہے، جن لوگوں کے ساتھ مدت دراز سے چوپایوں کا سا سلوک کیا گیا ہو اور جو ہمیشہ دھول میں اٹے ہوئے رکھے گئے ہوں ان کے لئے سب کو آغوش میں لینے والی اسلام کی عالمی اخوت ومحبت سے بڑھکر کوئی چیز قیمتی نہیں ہو سکتی۔

مسلمانوں کی تعلیمی ترقی

آجکل افریقہ کی سب سے بڑی ضرورت تعلیم ہے، جمہوری بھی اور مذہبی بھی، برطانیہ فرانس بلجیم اور پورٹوگیز جیسے استعماری ممالک نے قصداً مسلمانوں کو تعلیم میں پیچھے رکھا ہے، استعماری عہد کے دوران تعلیم کا ٹھیکہ عیسائی مشنریز نے لے رکھا تھا اور تمام ممکن حدود، ہمت افزائی اور سرپرستی صرف عیسائیت اختیار کرنے والوں کو دی جاتی تھی اور یہ بات اکثر افریقی ممالک میں موجودہ صورت حال کو واضح کرتی ہے، حتیٰ کہ ان علاقوں میں بھی جہاں مسلمان غالب اکثریت میں ہیں، سیاسی رہنمائی مستقل طور پر عیسائی اقلیت کے ہاتھوں میں ہے،

سائرالیون کی مثال

سائرالیون سخت ناسازگار حالات میں ہے، مسلمانوں کی آبادی ۸۰ فیصدی ہے، لیکن عیسائی اقلیت جو کل پانچ فیصد ہے، شہری نظم ونسق پولیس، فوج اور حقیقتاً زندگی کے تمام پہلوؤں میں اہم مناصب پر قابض ہے، یہ اتہام لگایا جاتا ہے کہ مسلمان غیر تعلیم یافتہ اور پسماندہ ہیں اور اس لئے اپنے ملک کو ترقی دینے کے اہل نہیں ہیں، اسی طرح بہت سے ممالک میں مسلمان اپنے ہی گھر میں بیگانہ بنا کر رکھ دیئے گئے ہیں۔

مسلمانوں کی معاشی بحالی

حبشہ، چاد، گھانا، لائبیریا، تانزانیا، کینیا، ملاوی وغیرہ میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مصائب اور مظلومیت کا شکار رہے، نتیجۃً مذکورہ ممالک میں مسلمانوں کے درمیان بے اطمینانی اور محرومی کی شکایت ہے جو محسوس کر رہے ہیں کہ ان کے ساتھ مسلم دشمن اور غیر متناسب حکومتوں نے ان کے اپنے ہی وطن میں اچھا سلوک نہیں کیا، مسلمان جو اپنے مذکورہ ممالک کی آبادی کا ۶۰/۰ ۔ ۸۵/۰ ۔ ۴۵/۰ ۔ ۵۰/۰ ۔ ۳۳/۰ ۔ ۷۰/۰ فیصد ہیں، تقریباً مکمل طریقہ پر حکومت کے ذمہ دارانہ مناصب سے الگ کر دیئے گئے ہیں اور ان کے لئے معاشی ترقی نیز تعلیمی سہولتیں فراہم نہیں کی جاتی ہیں، اسی طرح ان کی خوشحالی کو غربت میں بدل دیا گیا ہے۔

حبشہ میں مسلمانوں کی مظلومیت

حبشہ میں صورت حال سب سے زیادہ افسوسناک ہے جہاں ایک کروڑ بیس لاکھ مسلمان ایک خالص عیسائی حکومت کے ہاتھوں تہذیبی اور طبعی طور پر کچلے جا رہے ہیں۔

حبشہ کے فاشسٹ ڈکٹیٹر اریٹریا کو غلام بنائے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کو ناقابل بیان تکالیف پہونچائی جا رہی ہیں، اور المیہ یہ ہے کہ عالم اسلام کا ضمیر چبھن محسوس نہیں کر رہا ہے، اس سلسلہ میں عرب ممالک کا رویہ بہت زیادہ شرمناک اور اذیت دہ ہے جو ہیل سلاسی کے ساتھ مخلصانہ تعلقات رکھتے ہیں، حالانکہ وہ معذور اور بے یار ومددگار اکثریت کو دبانے میں یان اسمتھ اور فرفوڈ جیسے کرد شمنوں سے بھی آگے بڑھ گیا ہے، اکثریت کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ حکمراں اقلیت کے مذہب سے جداگانہ مذہب رکھتی ہے، لیکن جو لوگ آج غنڈوں کے سامنے جھکتے ہیں اور مظلومیت کی آہ وفغاں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کل خود ہی تخریبی طاقتوں کا شکار بن جائیں گے جنہیں وہ نظر انداز کرتے رہے ہیں۔

مسلمانوں میں سیاسی شعور

مسلمان افریقہ میں تعلیم اور سیاسی شعور کی کمی کی وجہ سے مصیبتیں برداشت کرتے ہیں، اور براعظم کے عیسائی حکمراں ان کی مردم شماری کی صحیح تعداد سیاسی اسباب کی بنا پر گھٹا کر غلط طور پر ظاہر کرتے ہیں، نیز انھیں جمہوریت کی ٹریننگ کی سہولتیں نہیں دی جاتیں، نہ مذہبی بنیادوں پر سیاسی پارٹیوں کی تشکیل کی اجازت دی جاتی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ قوت اور غارت گری کے ذریعہ پھولنے پھلنے والی عیسائی اقلیت کی حکومت کو چیلنج کر دیں۔

سیاسی شعور کی ضرورت سب سے زیادہ مغربی افریقہ میں ہے۔ گھانا اور لائبیریا کو چھوڑ کر یہ علاقہ اپنی نمایاں خصوصیات میں مسلمان ہے، لیکن قیادت کے فقدان کی وجہ سے عیسائیوں کا محکوم ہے، جو ان کی جہالت اور سست رفتاری سے اپنی ترقی اور پیشقدمی کا فائدہ اٹھا رہے ہیں، مغربی افریقہ اپنی شاداب وزرخیز زمین اور غیر محدود خزانوں کی وجہ سے (United states of Islam) یونائیٹڈ اسٹیٹس آف اسلام بن سکتا ہے، لیکن مسلمان اکثر ممالک کی طرح یہاں بھی سیاسی حیثیت سے کمزور اور معاشی حیثیت سے پسماندہ ہیں حقیقۃً حکومتوں کو عیسائی بلا شرکت غیرے مسلمانوں کے مفاد کے خلاف چلا رہے ہیں جو تانزانیا میں اپنے بھائیوں کی طرح سیاسی موت مر چکے ہیں، اگر یہ ناانصافی اور ناخوشگوار صورت حال برقرار رہی تو اندیشہ ہے کہ عیسائی یقینی طور پر اس علاقہ پر بھی قابض ہو جائیں گے جو مسلمانوں کا مرکز ہے اور جسے تھوڑی سی قوت فکری سرگرمی اور سیاسی فراست سے افریقہ میں اسلام کے مضبوط قلعوں میں بدل دیا جا سکتا ہے۔

افریقہ کو اسلام کی دعوت

افریقی ممالک کے مختلف چرچوں کے بشپ اور پادریوں کے ذریعہ اسلام کو ایک خطرہ اور چیلنج کی صورت..... میں پیش کیا گیا ہے حالانکہ اسلام نے کسی بھی مرحلہ پر کسی بھی مذہب یا نظریہ کو اپنے وجود کے لئے خطرناک بنا کر پیش نہیں کیا۔ اسلام ۶۱۱ء سے ۱۹۶۸ء تک ایسی متانت ووقار اور توازن کے ساتھ کوچ کرتا رہا ہے جس نے اس کے کٹر اور جانی دشمنوں کو بھی زیر کر دیا ہے، اسلام نے ابھی اپنا سفر منقطع نہیں کیا ہے، یہ آگے بڑھتا جا رہا ہے اور اس کے سفر کی گونج نے اس کے بدخواہوں اور مخالفوں کو مستقل گھبراتی ہوئی بیداری کی عالم میں رکھ چھوڑا ہے

تہران یونیورسٹی کے زیر انتظام ہونے والی مسلم عیسائی ہم آہنگی سے متعلق ایک علمی مجلس میں گفتگو کرتے ہوئے صدر شعبۂ عربی گلاسکو یونیورسٹی (اسکاٹ لینڈ) اور چرچ مشنری سوسائٹی کے سوڈان سے متعلق سابق رکن نیز افریقہ کے مختلف علاقوں میں اسلام سے متعلق بہت سے مضامین کے محرر ڈاکٹر (J. Spencer Trimingham) نے بتایا کہ "عیسائیت قبول کرنے والوں کی اکثریت اپنے مذہب کی طرف لوٹتی جا رہی ہے، وہ معاشرہ میں "کالی بھیڑ" بن کے رہ جاتے ہیں اور نئے ماحول میں ان کی خاطر خواہ قدردانی نہیں ہوتی۔

نشاۃ ثانیہ کیلئے تیار افریقہ میں اپنا مقام حاصل کرنے کی کوششوں میں مسیحی ناکامی کے امکانات افریقہ کرسچین کانفرنس میں جو ۱۰ جنوری ۱۹۵۸ء کو بمقام ابادان مغربی نائجیریا میں منعقد ہوئی تھی غور وخوض کیا گیا افریقہ میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ تمام غیر رومن کیتھولک مشن اور چرچ اپنی دوسو سالہ کوششوں کے بعد حالات کا جائزہ لینے کیلئے جمع ہوئے، افریقہ کے جدید مبلغین میں سے ایک عظیم مبلغ ڈیوڈ لیونگ اسٹون نے اس براعظم میں عیسائیت اور اس کی تجارت نیز نوآبادیات کیلئے راستہ کھولا اور اب نائبین مسیح افریقہ کو محروم دبے تو ابنا کر خون میں نہلا رہے ہیں

لیکن اب افریقہ کا بڑا حصہ آزاد ہے وہ ہر جگہ آزادی مساوات اور بھائی چارے کیلئے جوش وخروش ہے یہ چیزان کے پرانے عقائد کے ساتھ ہم آہنگ نہیں عام احساس یہ ہے کہ عیسائیت اپنے تمام وسائل چابکدست مبلغین اور سیاسی قوت کے باوجود افریقہ میں ایک ہارے ہوئے میدان کیلئے جنگ لڑ رہی ہے، اگر اسلامی دعوت کے ذریعہ فعّال طریقے پر حرکت میں آجائیں۴۴

اسلام عیسائیت پر صرف اس لئے فتح پانے کا مستحق نہیں کہ وہ سچا مذہب ہے بلکہ کچھ اور وجوہات بھی ہیں۔

(۱) ایک تو یہ ہے کہ عیسائیت غلاموں کی تجارت کرنے والے استعماریت پسند وحشیوں کا مذہب رہا ہے غلامی نے ایک تنظیم کی حیثیت سے عیسائیوں کے سامراجی ممالک کی مدد سے فروغ پایا ہے یوروپینوں نے آمدنی کے ایک نفع بخش ذریعے کی حیثیت سے افریقہ میں غلاموں کی تجارت کو بڑے پیمانے پر فروغ دیا، اس کے علاوہ سامراجی نظام کی بے انصافیاں معاشی اور سیاسی ظلم وجبر اور عیسائیت قبول کر لینے کے باوجود رنگ کا امتیاز نسلی تعصب ایسے وجوہات ہیں جن سب نے مل کر افریقیوں کو عیسائیت سے غیر مطمئن اور بدگمان کر دیا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ عیسائیت سفید فام نسل پرستوں اور ان کے قابل نفرت امتیازی رویہ کا مذہب رہا ہے اس سے بھی بڑھکر یہ کہ عیسائیت اس قدر پیچیدہ ادعائی عقائد لئے ہوئے ہیں کہ افریقی اسے بہ آسانی ہضم نہیں کر سکتے، مزید برآں ضد انہیں اس مذہب پر جمنے نہیں دیتی۔

اس کے برعکس اسلام انہیں اپنی شخصیت کے احترام وشرف کے احساس سے نوازتا ہے جو عیسائیت کے بس کی بات نہیں، اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے ہی افریقی اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے آپ کو ایک انسان محسوس کرتا ہے، اپنا دل اپنا دماغ اپنی شخصیت اظہار خودی کی تمام شاہراہیں اس کے لئے کھلی ہوئی ہیں اور مکمل طریقے پر اپنی شخصیت کے ارتقاء کے تمام مواقع اس کے لئے بہم ہیں۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے نام نہاد بھائی چارہ ایک ڈھونگ ہے اس لئے کہ رنگ کی بنیاد پر امتیاز مغربی طرز زندگی کا جزو لاینفک ہے اسی طرح تعلیم ملازمت حتی کہ عبادت خانوں میں بھی تفریق وامتیاز ایک مسلم حقیقت ہے اس سے افریقی دل ودماغ میں سخت قسم کی آزردگی پیدا ہو گئی ہے اور بہت سے تو عیسائیت کی عملی افادیت کے بارے میں مشکوک نظر آرہے ہیں۔

(۴) افریقی اقوام اب یہ سمجھنے لگی ہیں کہ یورپ اور امریکہ حقیقۃً خود غرض ہیں اگر مسیحی مبلغین میں کچھ بھی اخلاص ہوتا، تو ان کے لئے اپنے وطن ہی میں کام کا بڑا میدان تھا، افریقہ کے باشندوں کو یقین ہو چلا ہے کہ عیسائی مشنریاں بھی روحانی قدروں کی دعوت کے مقابلہ میں مغربی طرز زندگی اور یوروپین ممالک کے سرمایہ دارانہ مفاد کی حفاظت کا زیادہ اہتمام کرتی ہیں۔

(۵) افریقہ میں اخلاق کی موجودہ پست حالت عیسائیت کا نتیجہ ہے افریقی باشندے اپنے ماضی کی سطح سے اوپر اٹھنا چاہتے ہیں ہر وہ چیز جس کیلئے سفید فام افریقہ میں قدم جمانے کی کوشش کرتے ہیں اسے ختم ہونا ہے، عیسائی مبلغ "بلی گراہم" (Billy Graham) چار براعظموں کی سیاحت سے واپسی کے موقعہ پر افریقہ میں عیسائیت کے زوال کی ذیل کے الفاظ میں پیشگوئی کرتا ہے، ظلم وجبر کے پنجے سے نجات حاصل کرنے کے لئے مسیحی غاروں اور کھوہوں میں بھاگتے چلے جا رہے ہیں۔

افریقہ ہیجان انگیز حالت میں

آجکل افریقہ روحانی اور سیاسی حیثیت سے ایک اشتعال انگیز کیفیت میں ہے بالخصوص نوجوان روحانی اقدار کی تباہ کن بدنظمی سے دوچار ہیں اس طرح افریقہ روحانی ہیجان انگیز سے خطرہ میں مبتلا ہے مگر مسیحیت جس کے ہاتھوں میں ادعائی اصول اور استعمار کے پرفریب دام کے سوا کچھ نہیں اس سے بھی زیادہ خطرے میں ہے اسلام ترقی کر رہا ہے اور مغربی مبصرین کے بیان کے مطابق عیسائیت سے تین گنا زیادہ پھیل رہا ہے۔

افریقہ کے لوگ جو کسی نہ کسی مذہب کے قبول کرنے پر مجبور ہیں بخوشی اسلام کو بے غرض مسلمانوں سے قبول کرینگے بجائے اس کے کہ خود غرض مغربی مبلغ سے ان کا مذہب درآمد کریں جن کے بارے میں افریقی رائے یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے ہمیں انجیل دیتے ہیں اور دوسرے ہاتھ ہماری زمینیں چرا لیتے ہیں۔

مسلمانوں کا فریضہ

افریقہ میں اسلام کی اشاعت نے پاپائے کلیسا کے ڈربے میں ایک سراسیمگی کی کیفیت پیدا کر دی ہے چرچ کی کوشش یہ ہے کہ جائز وناجائز طریقے سے اس مسلم براعظم کو مسیحی براعظم میں تبدیل کر دے۔ نائجیریا کی حالیہ بغاوت کا گہرا زخم جو افریقہ کا سب سے بڑا خونین واقعہ تھا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف چرچ کی سازش کا پردہ فاش کر رہا ہے) لہٰذا ہمیں اس تنبیہہ غیبی سے عبرت حاصل کر کے اس میدان میں اسلام کے خلاف کلیسا کی تمام تیاریوں کا مقابلہ کرنے کیلئے آمادہ ہو جانا چاہئے، افریقہ میں اسلام کے خلاف مسیحی حملوں کو تنظیم اور سنجیدگی کی روش سے روکا جا سکتا ہے اور اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اسلام اور کفر کی یہ رقیبانہ جنگ ناگزیر ہے مسلمانوں کو ہر جگہ تیار رہنا ہے اس جہاد کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرنا اسلامی تنظیموں اور مسلم حکومتوں کا اولین فرض ہے۔

یاایھاالذین آمنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم تومنون بالله ورسوله وتجاهدون فی سبیل الله باموالكم وانفسكم ذلكم خير لكم ان كنتم تعلمون ۞ آیت ۱۰، ۱۱ سورۃ ۶۱	اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے، خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کے راستے میں اپنی جان ومال سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

ختم شد

۴۴ تو ایسے آثار ہیں کہ افریقی بڑی تعداد میں خوشی کے ساتھ اسلام میں داخل ہو کر دین وملت کیلئے عظیم سرمایہ ثابت ہوں۔

گذشتہ سے پیوستہ

یروشلم

از :- خاور شناس

دوسرا منظر

پہلا لکچر

جامعہ کا یونین ہال عرب طلباء اور دیگر سامعین سے بھرا ہوا ہے۔ تل رکھنے کی جگہ نہیں، کلوکیم کے فاضل مقررین میزبان اور عرب صاحبان (۱-۲-۳-۴) کے ساتھ ڈائس پر جلسہ کی کارروائی کے منتظر ہیں

ارض فلسطین سے اسرائیلی اور اسلامی روایات کی تاریخی وابستگی

میزبان کی درخواست پر کلوکیم کے فاضل خطیب (نمبر۱) تقریر کے ضمیمات و ضروری شرح کی نقلیں تقسیم کر کے کھڑا ہوتا ہے۔

خطیب نمبر(۱) : (سامعین کے پرجوش استقبال کے بعد)

عزیزان ملت :-

فلسطین اور فراعنہ مصر :-

کرۂ ارض پر ڈیڑھ سو میل طویل اور اسی میل عریض سرزمین کا نام فلسطین ہے جو روحانی روایات کا شاداب و مرغزار خطہ اور آسمانی ہدایات کا پربہار علاقہ رہا ہے مگر یہ ستم ظریفی نہیں تو کیا کہ اس سرزمین پر جو کشتا پر سب سے زیادہ روح کشی ہوئی ہے، یہ علاقہ تاریخ کے اجالے میں حضرت عیسٰیؑ کے کوئی بارہ سو سال قبل آیا، جدید کھدائی کے بعد برآمد شدہ آثار قدیمہ یہاں حضرت عیسٰیؑ سے کوئی .. ۱۰ سال قبل کی انسانی آبادی کا نشان پتہ دیتے ہیں، عبرانی تاریخ کی ابتداء سے پہلے اس خطہ پر تاریخ کی روشنی بہرحال پڑ رہی ہے۔[۱]

ظہور حضرت عیسٰیؑ سے بارہ سو سال قبل فراعنہ

[۱] ملاحظہ ہو فلسطین قبل از عبرانیات Palestin Before the Hebrew) مصنفہ امانوئل اناتی Emmanual Anati) مطبوعہ نیویارک ۱۹۶۳ء اس میں فلسطین کی تاریخ از ظہور انسانی آبادی تا فتح کنعان کی تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

مصر کی اٹھارویں نسل کمزور ہو کر نیم جاں ہو چکی تھی لیکن انیسویں نسل نے اس بیرانی روح پھونکی اور سیتیل (Seti I) اور رامیس دوم (Rames II) (۱۳۰۰-۱۲۳۰ قبل از مسیح) نے حکومت کو زوال سے بچالیا۔

اسرائیلی روایات کا آغاز عیسٰیؑ کے ظہور سے ۱۸ سو سال قبل ہوا، بائبل کی روایات کے مطابق اسرائیل کا جد امجد تیرا (Terah) مقام اُر (UR) کا رہنے والا تھا، اُر عراق میں فرات کے کنارے سمیریا کا ترقی یافتہ شہر تھا جس کی قدامت کا تعین اب تک نہیں ہوسکا ہے، عیسٰیؑ سے کوئی ۲½ ہزار سال قبل یہ شہر عروج پر تھا، بائبل کے مطابق یہ شہر حضرت ابراہیمؑ کا اصل وطن و مسکن تھا ۲۰۰۰ ق۔م میں سارگون نے اس پر قبضہ کر لیا لیکن بعد میں یہ شہر پھر آزاد ہو گیا، چھ صدی قبل مسیح کے بعد یہ شہر بالنحطاط ہو گیا۔ بیسویں صدی میں لیونارڈ وولی (C.L Conard Wooly) نے کھدائی کے بعد قیمتی آثار برآمد کئے ہیں۔[۱]

[۱] معارف العلوم کولمبیا وا منگک ڈیسک ایڈیشن ستمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۸۸۶۔

حضرت ابراہیمؑ، اسحٰقؑ و یعقوبؑ سب تیرا (Terah) کی نسل کے درخشندہ ستارے تھے جن کے ذریعہ اس علاقہ میں آسمانی نور ہدایت کی اشاعت کا سلسلہ محمدؐ تک جاری رہا۔ اسرائیلی تاریخ کی داغ بیل اس وقت پڑی جب ابراہیمؑ، اسحٰقؑ اور یعقوبؑ مصر میں من حیث کسان آکر آباد ہوئے، بعض روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ اُر (UR) سے ہجرت کر کے اٹھارویں صدی قبل مسیح میں مصر چلے آئے، ابراہیمؑ لاولد تھے، حضرت سارہ سے کوئی اولاد نہ تھی سارہ کی باندی ہاجرہ سے ابراہیمؑ نے شادی کر لی جس سے اولاد ہوئی، اسمٰعیلؑ بڑے لڑکے تھے جن سے مکہ و مدینہ اور محمدؐ کی روایات وابستہ ہیں، دوسرے لڑکے اسحٰقؑ تھے جن سے بنی اسرائیل یا یہودیوں کی روایات وابستہ ہیں۔

لفظ یہود عبرانی الاصل ہے، لاتینی (LATIN) میں عبرانی لفظ کا بدل جیوز (Jews) تھا۔ لاتینی لفظ بھی دراصل جودا (Judah) سے مستخرج ہے، حضرت یعقوب کے چوتھے لڑکے کا نام جودا (Judah) تھا۔ جودا اور اس کے سوتیلے بھائی بنجامن کی اولاد (جودی یا جودا) کے نام سے موسوم ہوگئی، جنہوں نے بعد میں جودی ریاست (Kingdom of Judah) قائم کی، ان دو خاندانوں کے علاوہ تمام دیگر قبائل بنی اسرائیل کے نام سے موسوم ہو گئے۔[۲]

[۱] معارف العلوم برٹینیکا - مقالہ یہود (Jews) جدید ایڈیشن صفحہ ۱۰۵۵ (انسائیکلوپیڈیا کے بجائے معارف العلوم کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

[۲] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو پروفیسر سالو میر بیرن کی کتاب "یہود کی سماجی و مذہبی تاریخ" جلد اول باب ۲ صفحہ ۳۲ (Israel Origin) پروفیسر سالو (جامعہ کولمبیا میں یہودی تاریخ اور ادبیات کے استاذ ہیں، بارہ جلدوں میں یہود کی مذہبی و سماجی تاریخ پر A Social and Religious History of Jews (مطبوعہ جامعہ کولمبیا پریس ۱۹۵۲) شاہکار کتاب لکھی ہے، روایات ماخذ و مصادر اور جدید اسکالرشپ کے اعتبار سے پایۂ ثقاہت پر سمجھی جاتی ہے، نوٹ اور ضمیمات قابل دید ہیں۔ یہ واضح رہے کہ تمام تحریرات اسرائیلی نقطۂ نظر کی تائید میں ہیں لیکن پھر بھی تاریخی مطالعہ کیلئے مفید ہے۔ اسرائیلی تاریخ پر مندرجہ ذیل کتابیں قاری کیلئے مفید ثابت ہوسکتی ہیں۔ (الف) تاریخ اسرائیل مصنفہ جان برائٹ (فلاڈلفیا)، (ب) اسرائیل اور فلسطین مصنفہ مارٹن بر (لندن ۱۹۵۲ء) (ج) قوم اسرائیل مصنفہ بالٹ رائن ہارٹ ونسٹن نیویارک ۱۹۶۴ء

(د) یہود کی سماجی و مذہبی تاریخ ۱۲ جلد مصنفہ پروفیسر سالو۔

بائبل (BIBLE) میں یعقوب کو اسرائیل کے نام سے بھی پکارا گیا ہے جن کی نسل کو عبرانی نسل (Hebrew) کہا جاتا ہے۔[۱]

اسرائیل کے درحقیقت ۱۲ قبائل تھے (بعض کے نزدیک ۱۳) جو حضرت یعقوب کے دس بیٹوں اور دو پوتوں (حضرت یوسف کے بیٹے) کے نام سے موسوم ہیں

مصر سے خروج فلسطین پر تسلط :-

یہود بنی اسرائیل کسی ایک نسل (Race) کے لوگ نہیں، بائبل (Deut) کے مطابق یہ قوم بابلی، مصری، شامی اور یونانی نسلوں کا معجون مرکب تھی یہ قوم بائبل کی روایات (Exodus) کے مطابق فراعنہ، مصر کی قہرمانیوں اور عذاب مسلسل کا شکار تھی، بنی اسرائیل سے فراعنہ کو ایسی نفرت تھی کہ وہ اس پوری نسل کو فنا کرنے اور مٹانے کے درپے تھے، اسی لئے پیدا ہوتے ہی تمام اولاد نرینہ واجب القتل تھی، حضرت موسٰیؑ بنی اسرائیل کے اصل پیغمبر تھے جن کے ذریعہ اس قوم کو نئی شریعت و قوانین دی گئی اور معروف دس قوانین (ٹن کمانڈ منٹس) جن میں قوانین تعزیرات وغیرہ میں عطا کی گئیں۔

موسٰیؑ کا ذکر بائبل کے متعدد ابواب میں موجود ہے، حضرت موسٰیؑ نے اس قوم کو فراعنہ کے عذاب سے بچانا چاہا اور قومی تعاون کی درخواست کی، فطری بے وفائی کا مزاج رکھنے والی قوم نے کھرا جواب دیا ــــ "تم اور تمہارا خدا (Jehova) فرعون سے لڑے ہم تو یہاں بیٹھے انتظار کرتے ہیں" موسٰیؑ بددل ہوئے لیکن پھر بھی یعقوب کی اولاد کو بچانے کا بیڑہ اٹھایا۔

جبل سینا کے قریب شریعت موسوی عطا ہوئی موسٰیؑ نے مصر سے بنی اسرائیل کو نکال کر نیل و فرات کے کنارے کنعان کے قریب آباد کیا۔[۲]

بنی اسرائیل کے اردگرد بابل اور مصر کی قدیم تہذیبیں عروج و فروغ پر تھیں، شام اور فلسطین روحانی اور مادی تہذیب کے مراکز تھے، جو مصری حکومت کے تحت چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کے زیرنگین تھے۔

بائبل میں فلسطین کا نام کنعان (جس میں موجودہ فلسطین اور جنوبی فونیشیا (Phonecia) بھی شامل

[۱] مقالہ یہود، مرجع سابق، صفحہ ۱۰۵۴

[۲] ایضاً۔

تھے) بتایا گیا ہے۔ اس وقت کنعان اور آمرا (Amra) یعنی لبنان دونوں مصر کے ماتحت تھے لیکن مصری حکومت کی روز افزوں کمزوری و ابتری کی وجہ سے یہ علاقے فساد و انتشار کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ یہود نے فلسطین کی خانہ جنگی، داخلی انتشار و کمزوری سے فائدہ اٹھا کر ۱۳ صدی قبل مسیح کے آخری سالوں میں ٹرانسجورڈن کی پہاڑیوں اور مغربی فلسطین پر قبضہ کر لیا۔[۱]

۱۲ ویں ق۔م کے آخری سالوں میں اسرائیل نے فلسطین میں مضبوط قدم جمائے۔ فلسطین کو فتح کر لیا اور بتدریج اپنی تعداد بڑھانے لگے، قرب و جوار کے یہودی سمٹ کر یہاں آنے لگے، اور بالآخر یہاں کے اصل باشندوں یعنی کنعانیوں (Canani(s)) کو اپنے وطن مکان اور جائداد سے بے دخل کر کے نکال دیا۔[۲]

لیکن فلسطانی قبائل (Phalistines) نے جن کے نام پر بعد میں کنعانی فلسطین کے نام سے موسوم ہو گیا، متحد و مسلح ہو کر اس سرزمین سے اسرائیلیوں کا اخراج ہو گیا۔ یہود پھر بے خانماں برباد بھٹکنے لگے۔ لیکن ۱۰۲۰ ق۔م میں یہودی قبائل کے معروف قائد ساول (Saul) نے بنی اسرائیل کی پوری امت کو یکجا کیا، مسلح ہو کر فلسطین پر دوبارہ حملہ کیا اور قابض ہو کر بنی اسرائیل کا پہلا حاکم بن بیٹھا۔ مملکت کی توسیع کا سلسلہ شروع کیا اور پڑوسی ممالک فتح کرنے پر تمام توجہات مرکوز تھیں[۳] ــــ لیکن بالآخر ۱۰۰۰ ق۔م کی ایک جنگ میں ساول مارا گیا۔

داؤد و سلیمان اور اسرائیلی ریاست

ساول کے بعد اسرائیلی تخت پر داؤد (حضرت داؤد علیہ السلام) آئے جنہوں نے ۹۹۰ ق۔م میں فلسطانی

[۱] مقالہ فلسطین، مرجع سابق صفحہ ۱۵۵ [۲] ایضاً - آج یہود اپنی اسی سابقہ پالیسی کا اعادہ کر رہے ہیں - عربوں کے اخراج کی داستان سابق کنعانیوں کے اخراج کے مشابہ ہے یہ داستان ستم فلسطین کے عیسائی مصنف سامی ہدوی (Sami Hadwi) کی زبانی ان کی کتاب "فلسطین - میراث کی اضاعت" (Palostin - Loss of a heritage) (سکنڈ ایڈیشن ۱۹۶۳) میں ملاحظہ ہو جس میں فاضل مصنف نے ان مظالم کی داستان بیان کی ہے جن کے ذریعہ عرب کو زمین جائداد، مکان اور وطن سے محروم کیا اور ان مکاریوں عیاریوں اور خدع کی داستان ہے جن کا سہارا لیکر یہود نے عربوں کی جائداد کو کوڑیوں کے مول خریدا [۳] ایضاً صفحہ

قبائل کا خاتمہ کر کے متعدد پڑوسی ممالک فتح کر لئے، شام کے آرامی (Aramean) بھی زیرنگیں ہو گئے۔ اس طرح حضرت داؤدؑ نے مصری طرز پر ایک مستحکم حکومت کی بنیاد ڈالی۔[۱]

داؤدؑ نے (بزور شمشیر) یروشلم پر قبضہ کیا اور اسے اپنا پایہ تخت بنایا۔[۲]

اس طرح داؤدؑ نے جودا کی متحدہ ریاست (Judean Monardon) قائم کی۔ جودی روایات کے مطابق اسرائیلی مذہب میں یروشلم کی تقدیس کا آغاز اس وقت ہوا جب وہاں داؤدؑ کے زمانے میں یہودی خدا کے وجود کی علامت (Symbol) یعنی ایک نشان (ark) نصب کیا گیا جو بعد میں یہودی کا قومی اور مذہبی نشان بن گیا۔ اس طرح داؤد نے یروشلم میں جودا اور اسرائیل کی متحدہ ریاست united monarchy قائم کی۔[۳]

داؤدؑ کے بعد سلیمانؑ تخت پر آئے۔ دولت عقل و تقویٰ میں شہرۂ آفاق تھے[۴] ــــ سلیمان کا سب سے بڑا کارنامہ یروشلم میں عبادت خانہ (Temple) کی تعمیر ہے[۵]۔ سلیمان کا دور دسویں صدی قبل مسیح کے وسط میں شروع ہوا لیکن اس دور میں بنی اسرائیل کی سیاسی تاریخ کا خاتمہ ہو گیا، باپ (داؤد) کے تمام مفتوحہ علاقے سلیمان کے ہاتھ سے جا رہے تھے۔[۶]

سیاسی زوال کے باوجود سلیمان کا دور معاشی فارغ البالی، تجارتی، فروغ اور تعمیرات کے لئے تاریخی شہرت کا مالک ہے، عرب بلکہ ایشیا و افریقہ تک تجارتی روابط تھے، سلیمان کی موت کے بعد اسرائیلی حکومت (متحدہ) کی تقریباً دو سو سالہ سابقہ اقتدار اور حکومت کے بعد ختم ہو گئی۔[۷] سیاسی اقتدار کے خاتمہ کے بعد محض مذہب یعنی موسوی شریعت اور اس کا خدا (Yahwah) تمام توجہات کا مرکز بن گیا۔ سلیمانؑ کی وفات کے بعد متحدہ اسرائیل کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک خاص اسرائیل کے نام سے موسوم ہو گیا دوسرا جودا (Judah) کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اس کے بعد اسرائیلی بربادی کی تاریخ کا اپنا دور شروع ہوا جو بیسویں صدی ۱۹۴۵ء تک قائم رہا۔ .. «باقی»

[۱] ایضاً۔

[۲] مقالہ یہود، مرجع سابق صفحہ ۱۰۵۵ (مقالہ نگار نے یروشلم کی فتح بزور شمشیر ثابت کی گئی ہے۔)

[۳] ایضاً ۱۰۵۶ [۴] ایضاً [۵] صفحہ ۱۰۵۶ [۶] مقالہ فلسطین مرجع سابق صفحہ ۱۵۵ [۷] ایضاً

بقیہ: دورانِ مطالعہ

انہی بزرگ کا قول ہے: "اگر علماء دنیا سے بے رغبت ہو جائیں تو بڑے بڑے سرکش جبار ان کے قدموں کو چوم لیں یہ وہ شخصیت ہے جس کے پاس خلیفۂ وقت نصیحت طلب کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ روتے ہوئے اس کی باتیں سنیں اور شکرگذار ہو کر ان کے پاس سے اپنے گھر لوٹا۔"

۱۳۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے پاس جلیل القدر عالم سفیان ثوری لائے گئے۔ خلیفہ نے ان سے کہا کوئی ضرورت ہو تو پیش کیجئے۔ انھوں نے کہا۔ اتق اللہ (اللہ سے ڈر) تم نے خدا کی زمین کو ظلم وستم سے بھر دیا ہے خلیفہ نے اپنا سر جھکا لیا۔ پھر دوبارہ اس نے یہی سوال کیا امام ثوری نے جواب میں کہا کہ تمہیں یہ خلافت کا منصب مہاجرین وانصار کی تلواروں سے ملا ہے آج ان کی اولاد بھوکوں مر رہی ہے اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق ادا کرو منصور نے پھر سر جھکا لیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے پھر یہی سوال دہرایا۔ کوئی ضرورت ہو تو پیش کیجئے۔ لیکن سفیان ثوری شان بے نیازی کے ساتھ "دربار سے نکل آئے اور اس کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

۱۴۔ خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے مکرمہ کا قصد کرتے ہوئے جب مدینہ منورہ پہونچا تو اس نے وہاں کے جلیل القدر عالم ابو حازم کو بلا بھیجا ابو حازم جب تشریف لائے خلیفہ سلیمان اور ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

خلیفہ سلیمان:۔ کیا وجہ ہے کہ ہم موت کو ناپسند کرتے ہیں؟

ابو حازم:۔ اس لئے کہ تم نے اپنی آخرت ویران کر دی ہے اور اپنی دنیا آباد کر لی ہے اس لئے تم آبادی سے ویرانی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے گھبراتے ہو۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ اے ابو حازم اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کی کیا شکل ہوگی؟

ابو حازم:۔ امیر المومنین، نیک کردار والا انسان خدا کے یہاں اس طرح حاضر ہوگا جیسے کوئی مسافر اپنے گھر پہونچتا ہے، رہا نافرمان تو اس کی مثال اس بھگوڑے غلام سی ہے جو اپنے آقا کی طرف پلٹتا ہے۔ یہ سنکر خلیفہ کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ کاش میں جانتا کہ خدا کے یہاں میرے لئے کیا طے ہوا ہے۔

ابو حازم:۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر پیش کیجئے، یعنی اپنے اعمال کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے فیصلہ لیجیے اس کا ارشاد ہے۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور بدکردار جہنم میں جلیں گے۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ اللہ کی رحمت کہاں ہے؟
جواب ملا نیک لوگوں کی صحبت میں۔

ابو حازم:۔ نیکی اور تقویٰ والے۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ کون سا عمل افضل ہے؟

ابو حازم:۔ حرام سے بچتے ہوئے فرائض کی پابندی۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ کون کی بات زیادہ قابل سماعت ہے۔؟

ابو حازم:۔ جس شخص سے تم خوف کھاتے ہو اور امید رکھتے ہوئے۔ اس کے سامنے حق بات کا اظہار۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ کون سا مسلمان زیادہ خسارے میں ہے؟

ابو حازم:۔ ایسا شخص جو اپنے ظالم بھائی کی خواہش کو پورا کرتا ہے، اس طرح وہ دوسروں کی دنیا بنانے کے لئے اپنی آخرت بیچ ڈالتا ہے

خلیفہ سلیمان نے:۔ ہم جن حالات میں گھرے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ابو حازم:۔ مجھے اس سوال کا جواب دینے سے معافی دیجئے۔

خلیفہ سلیمان نے:۔ جواب دیجئے، اور ضرور دیجئے، اس جواب میں بہرحال میرے لئے کوئی نصیحت پوشیدہ ہوگی۔

ابو حازم:۔ تمہارے آباؤ اجداد نے تلوار کے ذریعے لوگوں پر غلبہ پایا، اور مسلمانوں کی منشا اور خوشنودی کے بغیر ان کے ملک کو ہتیا لیا، انھوں نے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا، تمہارے بزرگ تو چل بسے، کاش تم جانتے، انھوں نے کیا کچھ کہا اور کیا کچھ ان کے بارے میں کہا گیا ــــ اس فیصلہ پر خلیفہ کے ایک ہم نشین نے کہا:

"آپ کی یہ بات انتہائی نامناسب ہے"

ابو حازم نے جواب دیا:

"اللہ نے علماء سے عہد لیا ہے کہ وہ حق لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کریں گے چھپائیں گے نہیں۔

"ختم شد"

بقیہ: حسن البنا کی ڈائری

اور اس کی حقیقی تعلیم اوہام وخرافات کے ایسے پردے میں چھپ گئی، جہاں تک نگاہ نہیں پہونچ سکتی، اور جس کے تصور سے ذہن تھک جاتے ہیں چنانچہ عوام جہالت کی تاریکی میں پھنس گئے ہیں اور تعلیم یافتہ نوجوان حیرت اور شک کی ایسی وادی میں بھٹک گئے ہیں جس نے عقیدہ کو خراب اور ایمان کو الحاد میں تبدیل کر دیا۔

میرا خیال ہے کہ انسانی نفس اپنی فطرت سے محبت کرتا ہے اور یہ ضروری ہے کہ کسی پہلو سے اس کی محبت کا جذبہ اس کو اس کی طرف پھیر دے، میں نے اس دوست سے بہتر کسی کو نہیں پایا جس کی روح میری روح میں مل گئی اور جس کو میں نے اپنی محبت دیدی اور جسکو دوسروں پر ترجیح دی۔

باقی آئندہ

آپ کی توجہ کیلئے

عید الاضحیٰ کا زمانہ قریب ہے، جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "ما من ایام العمل الصالح فیھا احب الی اللہ من ھذہ الایام"

(رواہ البخاری)

دار العلوم ندوۃ العلماء دو سو طلبہ کے قیام وطعام کا کفیل ہے، تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ انکے وظائف پر صرف ہوتے ہیں، شدید گرانی کی وجہ سے دار العلوم کا مطبخ دو سال سے خسارہ برداشت کر رہا ہے، ان مبارک ایام میں اہل استطاعت خود اور اپنے عزیزوں کی جانب سے قربانی کرینگے۔ ہم کو امید ہے کہ دار العلوم ندوۃ العلماء میں مقیم مہمانان رسول صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی خیال رکھیں گے۔

چرم قربانی نیز دیگر مدات خیر اور ماہانہ یا سالانہ عطیات سے دار العلوم ندوۃ العلماء جیسی دینی درسگاہ کا ضرور تعاون فرمائیں گے۔

(نوٹ) اپنی امدادی رقوم منی آرڈر، چیک یا ڈرافٹ بنام "ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ" روانہ فرمائیں

والسلام (مولانا) سید ابو الحسن علی ندوی